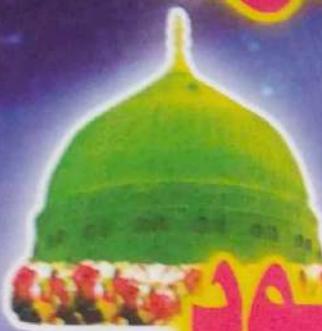




# خدا کا وجود



# گوہر مقصود

مؤلفہ

خادم الوارث الکونین نقیر حضرت خواجہ سید عنبر علی شاہ وارثی چشتی، اجمیعی

خدا کا وجود

گوہر مقصود



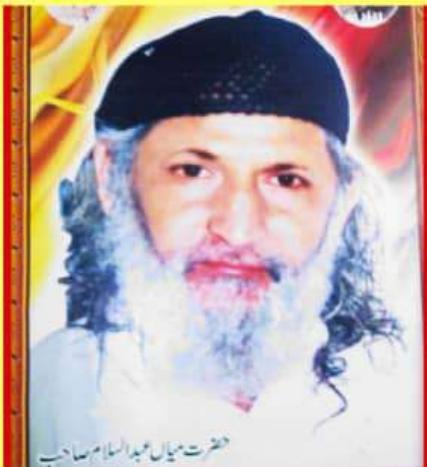
قرآن پریمی کا

# خدا کا وجود گوہر مقصود

خادم الوارث الکوئن فقیر سعید علی شاہ فاری جمیری  
سینکڑی جماعتیۃ الوارثیہ چالکل پاکستان

دارالائمه نسبت الوارث امیر مذکور حامی حجت چینویٹ خیبر جنگ

مطبوعہ: گلیانی سینکڑی پریں لاہور پنجاب روڈ۔



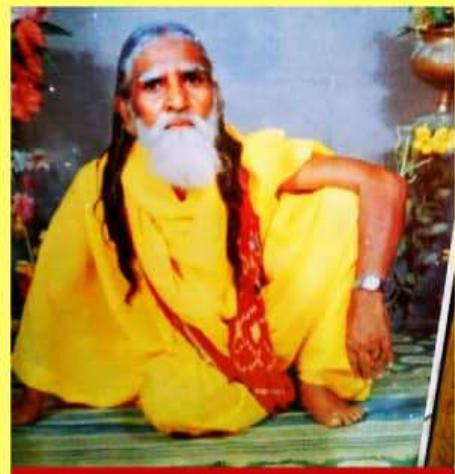
حضرت سید

عبدالسلام

عرف میان بالکا ابو بکر

رحمتہ اللہ علیہ

## پاوارٹ حق وارٹ



حضرت خواجہ

سید صبر علی شاہ

وارثی چشتی اجمیری

رحمة اللہ علیہ

فیضان نظر

# عرفان سلسلہ وارثیہ قادریہ

عرفان سلسلہ وارثیہ قادریہ کی ایک بہترین کاؤش

وارثی کتب اب پی ڈی ایف میں آپ سب وارثیوں کے لیے۔

منجانب : رمیز احمد وارثی

جو لوگ سلسلہ کی کتب جو پی ڈی ایف والی پڑھنا چاہتے ہیں  
تو اس نمبر پر رابطہ کریں۔

923101157013

خدا کا وجود

گوہر مقصود

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام کتاب : خدا کا وجود گوہر مقصود

ہیئت کتاب : فکر تخلیق انسان

مصنف : خادم الوارث الکونین فقیر حضرت خواجہ سید عنبر علی شاہ وارثی چشتی، اجمیری

کتابت : محمد اظہر عزیزی سیمانی چشتی ، محمد ارشد عزیزی سیمانی چشتی

پروف ریڈنگ : خادم الفقراء حضرت سید صوفی عبد الماجد وارثی بے لقب خواجہ بسم اللہ شاہ وارثی  
(صدر ٹرست و ناظم خانقاہ)

معاونت پروف ریڈنگ : جناب اکمل علی شاہ وارثی

طبعات : عزیزیہ پرنٹرز، کراچی ( 03111-095366 )

سرورق : جناب انعام الحق وارثی

اشاعت اول : دارالاشاعت بیت الوارث المعروف مقام حیرت، چنیوٹ ضلع جھنگ

اشاعت دوم : والبستگان خانقاہ بابا حضرت خواجہ سید عنبر علی شاہ وارثی چشتی اجمیری  
( ٹرست رجسٹرڈ 270 )

تعداد اشاعت دوم : 500

تاریخ اشاعت دوم : ۱۳۹۲ھ، ۲۰۱۸ء

حدیہ کتاب : 350/- روپے

ملنے کا پتہ :

خانقاہ حضرت الحاج بابا خواجہ

**سید عنبر علی شاہ** وارثی چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

بلاک نمبر 1-A، خانقاہ عالیہ جامعہ وارثیہ اندر وین میوہ شاہ قبرستان میانوالی کالونی کراچی۔

(۲۰۲)

# خدا کا وجود اور ائمہ کی مستقیمی

## نذرِ عقیدت

میں انتہائی خلوص سے اپنی اس تصنیفِ عینِ یہ زمانی ہے:

## خُلُّ کا وجود

بارگاہِ دارِ شرکوئیں مقصود و سیلِ تناہی الدارین کے خادم  
خاص اعلیٰ حضرت قبیلہ و کعبہ حضور پر نور مرشدی و  
مولائی امام الجمیع شیخ العالم الحاج خواجہ حبیب شاہ  
صاحبِ دارِ فی مذکوٰۃ العالیٰ کی نذر کرتا ہوں :  
حشیم رحمت بخششاہ سوئے من اندازِ نظر  
— قریشی، بقی، ہاشمی، و مطبلی

خادمُ الفقرا  
فقیر عہب شاہ دارِ فی اجمیری

## خدا کا وجود اور اُسکی ہستی

مالک کی اطاعت ہر شخص کا پہلا فرض ہے دنیا میں جو چیزیں بنائی

گئی ہیں اس کی کوئی غرض و غائیت تو ہوتی ہیں بغیر غرض و غایت کے ہر چیز

بیکار ہے۔ جب ہم آسمان وزمین، پہاڑ، چرند و پرند، شجر و جھر کی طرف نگاہ

کر کے غور کرتے ہیں تو ہم ان کی غرض جاننے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

انسان اچھی بنیاد پر پیدا کیا گیا ہے۔ انسان کی تین حالتیں ہوتی

ہیں۔ طبعی، اخلاقی، روحانی۔

ہمارا کھانا۔ پینا۔ سونا۔ جاگنا۔ حرکت کرنا۔ آرام کرنا۔ غسل کرنا

وغیرہ یہ طبعی افعال ہیں۔

ہماری بہادری۔ مظلوم کے کام آنا۔ ہمدردی۔ نیکوکاری۔ سخاوت۔ حسن

سلوک۔ عدل۔ بھلائی کی طرف بلانا۔ برائی سے روکنا۔ وغیرہ یہ تمام ہمارے

اخلاقی اعمال ہیں۔

اللہ کی عبادت۔ اُس کے احکام کی پابندی یہ ہمارے روحانی

افعال ہیں۔

اخلاقی اور طبعی افعال، روحانی افعال کے طابع ہیں۔ ضرورت ہے

کہ ہم اس خالق و مالک کو بھی جان لیں جس کی اطاعت ہم پر فرض ہے اس کو یوں سمجھو کہ جب ہم ہر مخلوق کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہم کو خدا کی پیدا کی ہوئی چیز عجوبہ روز گار نظر آتی ہے۔ ہم انسان سے لے کر خشکی و تری کے جانوروں اور پرندوں کی بناوٹ کی طرف نظر کریں تو لا محالہ ہمیں کسی کی قدرت کی طرف دھیان ہوتا ہے۔ اور ہر چیز کی بناوٹ مناسب حال معلوم ہوتی ہے۔

جب ہم پیدائش۔ موت۔ رزق وغیرہ کی طرف دیکھتے ہیں تو اُس میں بھی کسی کی یاد آتی ہے۔

دن کی روشنی آفتاب کا ظہور کھلائی ہے اور رات کی تاریکی میں چاند چمکتا نظر آتا ہے۔ یعنی نہ تو چاند آفتاب کو پکڑ سکتا ہے اور نہ ہی چاند اپنا تسلط آفتاب پر کر سکتا ہے یعنی ان دونوں میں کوئی بھی اپنی حدود مقررہ سے باہر نہیں جا سکتا ہے۔ غرضیکہ ہمیں یہ ماننا پرے گا۔ کہ اس نظام کا ضرور کوئی نہ کوئی مدد ہے۔ اور

اگر کوئی مدد نہ ہو تو اُس کی کائنات میں موجودہ نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔

یہ کسی قدرت حق ہے۔ کہ وہ نہ تو آپس میں ٹکراتے ہیں اور نہ بال بھر رخ

بدلتے ہیں اور نہ اتنی مدت تک کام دینے کے بعد کچھ گھسے اور نہ ان کے پر پُرزوں میں کوئی فرق آیا۔ اگر کوئی سر پر مدبر نہ ہو تو کیونکر اتنا بڑا کار خانہ جو ایک زمانہ اور بے شمار برسوں سے خود بخود چل رہا ہے۔ پھر ذرا آپ ہی بتائیں۔ کہ ایسے آسمان اور زمین بنانے میں کچھ شک کر سکتے ہیں۔

اب دنیا میں ہر چیز کی طرف نگاہ کرو۔ تو ٹوٹ پھوٹ اور زوال پذیر نظر آئے گی اور جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے وہ خدا ہے جو جلال اور بزرگی والا ہے۔ اب دیکھو۔ تھوڑی دیر کے لئے بھی ہم یہ فرض کر لیں کہ زمین ذرہ ذرہ اور ریزہ ریزہ ہو جائے۔ اور اجرامِ فلکی بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور ان کو معدوم کرنے والی ایسی ہوا چلے۔ جو تمام نشانات ان چیزوں کے مٹادے تو پھر بھی ہماری عقل اس چیز کو قبول کرتی اور مانتی ہے۔ اور ضمیر بھی اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اس تمام ہستی کے مٹنے کے بعد بھی ایک چیز باقی رہ جائے جس پر فنا طاری نہ ہو اور وہ کسی تغیر و تبدل کو بھی قبول نہ کرے اور اپنی پہلی بات پر قائم ہو کر باقی رہے۔ بس وہی ذاتِ خدا ہے جو تمام فانی صورتوں کو ظہور میں لا لایا اور خود فنا کی دست بُرد سے محفوظ رہا۔

کوئی روح فطرتًا اپنے خدا کا انکار نہیں کر سکتی صرف منکروں کو اپنے خیال میں دلیل نہ ملنے کی وجہ سے انکار ہے لیکن وہ اس انکار کے بعد اس بات کو مانتے ہیں ہر ایک حادث کے لئے کوئی نہ کوئی محدث ہے وہ اگرچہ اپنے خیال کے مطابق دلیل نہ ملنے کی وجہ سے خدا کے وجود کا اقرار نہیں کرتے لیکن ایک طریقے سے تو اُس نے خدا کا اقرار ہی کر دیا۔

غرضیکہ ہم ہر چیز کی صنعت دیکھنے کے بعد کارگیر کا تصور کرتے ہیں اور اسی طرح چرند۔ پرند۔ انسان و حیوان۔ آب۔ آتش۔ ہوا وغیرہ کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو ہم اس صانع کی صنعت اور اُس کی کردگاری کا اعتراف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نظام بیکار نہیں بنایا گیا ہے جس طرح ایک دلکش تصویر میں مصوّر کے قلم اور اس کے رنگ بھرنے سے اس کی کارگیری کا اعتراف ہے اُسی طرح یہ زنگار نگی اور بُوقلمونی سے خدا کے وجود پر دلیل ملتی ہے جب آپ سورج کو نکلتا دیکھتے ہیں اور چاند کو چمکتا اور تاروں کو چھلمل کرتا ہوادیکھتے ہیں تو اُس کے پیدا کرنے اور بنانے والے کا اقرار کرتے ہیں۔ جب اُن کے غروب پر نظر جاتی ہے تو اُس کی ہمیشگی

کا خیال ذہن اور دماغ میں رچ اور بس جاتا ہے۔

## صفات باری تعالیٰ

جب ہم اس چیز کو سمجھ چکے کہ نظام عالم کا چلانے والا کوئی نہ کوئی ہے  
اسی ذات کو ہم خدا اور اللہ کہتے ہیں تو ضرور ہے کہ اس کی کچھ صفات سے  
بھی واقفیت حاصل کرتے جائیں تاکہ معبود حقیقی اور معبود باطل میں  
امتیاز ہو سکے اور اس سے ہم حق کو پہنچانے میں امتیاز حاصل کر سکیں تاکہ ہم  
یہ نہ کہہ سکیں کہ چونکہ ہمارے باپ مسلمان تھے اس لئے ہم مسلمان ہیں  
خداوند تعالیٰ اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ غیب کا جاننے والا ہے۔  
وہ اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے اس کی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ اور  
کوئی چیز اس کی نظر سے پردے میں نہیں۔ وہ عالم کے ذرہ ذرہ پر نظر  
رکھتا ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ کب اس نظام کو توڑے گا۔ اور قیامت برپا کر  
دے گا۔ وہ رحمٰن اور رحیم ہے وہ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ اور وہ ایسا  
بادشاہ ہے جس میں کوئی عیب نہیں وہ سلامتی دینے والا ہے  
وہ قوت دینے والا۔ غالب آنیوالا ہے وہ قوت والا۔ غالب آنے والا۔

وہ سب کا محافظ۔ اور سب پر غالب ہے اور بگڑے کام بنانے والا اور مستغتی ہے۔ جسموں اور روحوں کا پیدا کرنے والا اور انسان کو انسانی صورت میں بنانے والا، تمام نیکنام جہاں تک خیال میں آسکیں اُسی کے ہیں۔

آسمان کی مخلوق بھی اُسے پا کی سے یاد کرتی ہے اور زمین کے لوگ بھی۔ وہ بڑی حکمت والا اور غالب ہے وہ ہر چیز پر قادر و انا ہے۔ وہی خدا ہے جو اس تمام عالم کو پالنے والا، اور ہر پکار نے والے کی پکار سننے والا۔ اور جواب دینے والا ہے۔ وہ ہمیشہ رہنے والا۔ اور تمام وجودوں کا سہارا وہ اکیلا ہے۔ نہ کوئی اُس کا بیٹا۔ اور نہ کوئی اس کے برابر اور نہ کوئی اُس کا ہم جنس ہے۔ خدا کی ذات اور صفات میں کوئی اس کا مثل و شریک نہیں وہی ذات ہے جس نے ہر ایک چیز کو اُس کے مناسب حال پر پیدائش بخشی۔ نہ اُس کو نیند ہے نہ اونگھ۔ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اُسی کیلئے ہے۔ وہ انسانوں کے تمام حالات کا جاننے والا ہے اس کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا وہ بلندی والا اور عظمت والا ہے۔ یہ مختصر صفات ہیں جو ہم نے قرآن سے ظاہر کئے درجہ بدرجہ غور کرتے جاؤ۔ اور اپنے خدا کی محبت میں

تم سر نیاز خم کر دو تو تم دیکھو گے کہ تمہاری معصوم فطرت جلا پاتی جائی گی۔ اور اس کو ایسی روشنی ملے گی جس کو تم کسی صورت میں نہیں بھول سکتے وہ ذات عیسوی کی چھپانے والی اور گناہوں کی بخششے والی۔ اور ضروریات کو پورا کرنے والی۔ بلیات کو دفع کرنے والی اور مشکلات کو حل کرنے والی، بلندی درجات عطا کرنے والی، فتح و کامرانی سے ہمکنار کرنے والی، سراپا رحیم و مکرمت ذات ہے وہ ذات پاک ہے جس کی ہر چیز پر بادشاہی ہے ہم سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر واپس جانا ہے۔

### نقیٰ یا اصلیٰ! باطلیٰ و حقیقی

حق و باطل کا ہمیشہ امتیاز رہا اس کو یوں سمجھو کہ فطرتاً ہمیشہ ایک برتر ہستی کی تلاش رہی جس کے لئے اندر ہی اندر انسان کے دل میں کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اس وقت سے ہونے لگتا ہے جب کہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے بچہ پیدا ہو کر سب سے پہلی خاصیت جو اس سے ظاہر ہوتی ہے وہ ان کی طرف جھلتا ہے۔ اور طبعاً ماں کی محبت ہے جیسے ہی اُس کے حواس آتے جاتے ہیں اُس کی فطرت کا پھول کھلتا جاتا ہے تو وہ محبت جو اُس کے دل و دماغ میں امانت کی گئی تھی وہ ظاہر ہونی شروع ہوتی

ہے۔ وہ جیسے ہی بڑھتا جاتا ہے تو وہ بجز ماں کی گود کے اُسے کہیں آرام نہیں ملتا۔ چاہے اُسے تم کتنی ہی دُور ڈال دو۔ چاہے اس کے سامنے تم نعمتوں کا ڈھیر لگا دو تب بھی امن اور عافیت اور اگر سچی خوشی ملیگی تو وہ ماں ہی کی گود ہو گی۔ اب سوچو کہ وہ محبت کی کشش کیا ہے۔ جو اس کو ماں کی طرف بلاتی ہے اور یہ کیا چیز ہے حقیقتاً یہ وہی کشش ہے جو اپنے مالک کے لئے بچ کی فطرت میں ودیعت کی گئی ماں یا اولاد۔ بیوی یا اعزاء، دوست و شناسائے محبت و خلوص کسی گم شدہ شے کی تلاش۔ گیت کی طرف روح کا کچھ جانا۔ بنسری کی لے کی طرف توجہ ہونا دراصل یہ سب گم شدہ محبوب کی تلاش ہے۔ روح کا کھینچنا یقیناً کسی لا معلوم ہستی کی طرف ہے۔ ہر ایک جگہ جو انسان تعلقِ محبت پیدا کرتا ہے حقیقتاً اس میں وہی کششِ محبت کام کر رہی ہے یہ والہانہ شیفتگی و عشق کیوں ہے۔ یہ انتہائی جوش و سرمستی کس کے لئے ہے یہ اُسی کی محبت کا پرتو ہے۔

چونکہ اس ہستی کو انسان جانتا نہیں جو سب پر پوشیدہ ہے اپنی جسمانی

آنکھوں سے اُسے دیکھنے ہیں سکتا۔ اور نہ ہی اپنی ناتمام عقل سے اُس کو پاسکتا

ہے۔ اس لئے اُس کو پہچاننے میں بڑی غلطیاں ہوئیں۔

قرآن شریف نے اس کی مثال یوں دی ہے دنیا ایک شیش محل کی

طرح ہے جس کا زمین کا فرش نہایت صاف شفاف شیشوں کا ہے پھر ان

شیشوں کے نیچے پانی چھوڑ دیا گیا ہے۔ جو نہایت تیزی سے چل رہا ہے۔

اب نظر جو شیشوں پر پڑتی ہے تو وہ اس کو بھی پانی سمجھ لیتی ہے۔ پھر ان

شیشوں پر چلنے سے ایسا ڈرتا ہے۔ جیسا کہ وہ پانی پر سے چلنے سے ڈرے

حالانکہ وہ درحقیقت شیشے تھے مگر صاف اور شفاف۔ لیکن انسان کی نظر دھوکہ

کھا گئی۔ سو یہ بڑے بڑے اجرام جو نظر آتے ہیں مثلاً چاند اور سورج وغیرہ

یہ وہی صاف شیشے ہیں جن کی غلطی سے پرستش کی گئی۔ حالانکہ ان کے سلسلے

میں ایک اور طاقت کام کر رہی ہے۔ جوان شیشوں کے پردے میں پانی کی

طرح بڑی تیزی سے چل رہی ہے۔ یہ دنیا والوں کی نظروں کی غلطی ہے کہ

انہی شیشوں کی طرف کام کو منسوب کر رہے ہیں ابھی طاقت دکھلارہی ہے۔

اکثر لوگ طاقت کو دیکھ کر ڈر گئے اس کو وہ خدا بنا بیٹھئے۔ کسی چیز سے

متاثر ہوئے اُس کو اپنا مالک کہہ بیٹھے۔ کسی چیز نے مسحور کر لیا وہیں عقل کھو بیٹھے اور اس سے مبہوت ہو گئے۔ اسی کو دیوبنی دیوتا نام دیدیا۔ پس ایسے لوگوں کے لئے قرآن فرماتا ہے۔

جن لوگوں کو تم خدا بنائے بیٹھے ہو وہ تو ایسے ہیں کہ اگر سب مل کر ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں تو وہ مکھی نہ پیدا کر سکیں اگر چہ ایک دوسرے کی مدد بھی کر سکیں تو کر لیں دیکھ لیں بلکہ مکھی اگر ان کی چیز چھین کر لے گئی ہے تو انہیں یہ طاقت نہ ہوگی کہ وہ مکھی سے اپنی چیز واپس بھی لے سکیں ان کے پرستار عقل کے کمزور ہیں کیا خدا ایسے ہی ہوا کرتے ہیں خدا تو وہ ہے کہ وہ سب قوتوں سے زیادہ قوت والا اور سب پر غالب آنے والا ہے۔ نہ اس کو کوئی پکڑ سکے اور نہ مار سکے ایسی غلطیوں میں جو لوگ پڑتے ہیں وہ خدا کی قدر نہیں جانتے اور نہیں پہچانتے کہ خدا کیسا ہونا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ خدا اس کا بخششے والا، اور اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قائم کرنے والا ہے۔ سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہوتا لیکن نقلی یا باطل اور بناؤنی خدا کا ماننے والا بجائے دلائل دینے کے لچڑو پوچ باتیں کرتا ہے۔

اور شرمندہ ہوتا ہے۔ وہ پتھر جس کو ہم اٹھا کر پھنکیں وہ درخت جس کو ہم کاٹ ڈالیں اور اپنی ضرورت میں کام لائیں وہ گائے جس کو ہم ذبح کریں اور جو ہماری ضروریات میں کام آئے اور وہ سانپ جو مار دیا جائے وہ آفتاب ماہتاب تارے جو غروب ہو جائیں کیا وہ معبد حقیقی ہو سکتے ہیں؟ ہماری نگاہیں تو اسی معبد حقیقی کی طرف جائیں گی جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ وہ ذاتِ انسانی جو اس کے سمجھنے سے بالکل دور ہے۔

”اس لئے ہر انسان کے لئے یہ لازم ہے۔ کہ جس چیز کو اپنے حواس سے معلوم کر سکے، اُس کو اللہ کا درجہ نہ دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جو اس کی سمجھتے سے بالکل باہر ہے اور ہماری عقل خام ہے۔ درجہ بدرجہ تجربات اس بات پر دلیل ہیں کہ معبد حقیقی ہمارا مبدأ و منتها ہے۔ ہمارا مال اور جان و آبر و اولاد سب اسی پر قربان ہیں شرک ایک بدترین جرم ہے جو کبھی قابل معافی نہیں۔

غرضکہ معبد حقیقی نے انسانی ضروریات کے لئے چوپا یوں کو پیدا کیا اور ہر ضرورت کیلئے مناسب جانوروں کا انتظام کیا۔ زمین پر پھاڑوں کو پیدا کیا یہ اُسی کا کام ہے وہی ہے جس طرح زمین سے نباتات کو اگاتا ہے اُسی طرح ہم کو مرنے کے بعد زندہ کر کے زمین سے اٹھائے گا۔ ہماری

نجات کے لئے صرف معبودِ حقیقی کی ذات ہے۔

## پیغام پھنپانے کیلئے پیغمبر کی ضرورت

جب تم یہ سمجھ چکے کے معبودِ حقیقی کے مقابلہ میں لوگوں نے باطل معبودوں کو

ماننا شروع کر دیا۔ اور لوگوں نے خدائی دعوے بھی شروع کر دیئے اور لوگ

عقل کے صحیح استعمال سے عاری ہو گئے۔ اور خدا کی دی ہوئی عقل کھوبیٹھے

غلط راستے پر اعتماد کرنے لگے مادہ پرستی کیلئے اپنا دماغ صرف کرنے لگے

اور ضد وہٹ دھرمی کو اپنا مال کا ربانالیا اور توحید کی بجائے ان معبودانِ باطل

کو حقیقی سمجھنے لگے جو بنائے اور پیدا کئے ہوئے تھے ان کی عقلِ صحیح کو چند

لحاظات کی فرصت بھی مہیا نہ تھی جس سے وہ خدا کی ہستی پر غور کرے ان کی

عقل نے مادہ پرستی کی تمام راتیں اُن پر سہل کر دی تھیں اگر کوئی کام اُن کیلئے

مشکل تھا تو وہ خدا نے قدوس کی وحدانیت اور اس کی عبادات کا شغل تھا وہ

خدا ترسی سے غافل ہو چکے تھے غرور پرستی۔ تاریکی اور گمراہی کیسا تھا لوگوں

کے دماغ پر مسلط ہو چکی تھی انہوں نے سادہ لوح انسانوں کو بہر کا نا شروع

کیا اگر دنیا خداداد عقل و دانش کا استعمال صحیح کرتی اور کائنات بنانے والے اور

موجودات پیدا کرنے والے کے متعلق سوچتی اور اس کی وحدانیت پر غور کرتے ہوئے عزت نفس کو برقرار رکھا جاتا تو یقیناً دنیا کے انسان ایک ڈگر پر ہوتے۔ دنیا نے پر ہیز گاری سے ہٹ کر گناہ کا راستہ اختیار کیا۔ عقل کی دولت کو بیدردی سے بر باد کیا۔ جس شرک سے تباہی میں بتلا ہوئے اس سے بہت سے فائدے حاصل کر سکتے تھے اسی سے وہ ہدایت اور توحید الہی کا سبق حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن آنکھوں پر ضد اور تعصب کی پٹی بندھی تھی اور خود پرستی اور خود نمائی انسانی شیوه بن چکی تھی۔ غرضہ مختلف بیماریاں سد راہ تھیں۔ اور بد نصیب انسان ان امراض میں بتلا ہو کر دارین کی سعادت سے محروم ہوا تھا۔ یاد رکھئے کہ ہر کمال اپنے ظہور کیلئے اور ہر قوی اپنی شہرت کیلئے اور ہر وصیف اپنی شہرت و نمائش کے لئے بے چین ہوتا ہے۔ انسانی زندگی کا مقصد اسی وقت پورا ہو سکتا تھا۔ جب قدرت انسان کو پیدا کرنے کے بعد بھی اس کی روحانی زندگی اور تربیت کی ضامن ہوتی۔ اگر اس انسان کو اس کی بھلائی اور بُرا تی دونوں صفات اپنے اندر رکھتا تھا اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تو یہ یقین تھا کہ انسان اخلاقی اصلاح سے محروم

ہو جاتا۔ غرضکہ اسی خالق و مالک نے روحانی تربیت کا انتظام کیا۔ اور اسی پاک ذات نے تمہیں میں سے آدمیوں کا انتخاب فرمایا۔ تاکہ گمراہی اور ظلم و تاریکی کے سیلا ب کو مسدود کیا جائے تاکہ وہ سرکشوں کو ان کی گمراہی اور ظلم پر متنبہ فرمائیں۔ اور تو حید خالص پھر رواج پا کر انسانیت امن و سکون کا پیام حاصل کر سکے۔ اسی لئے دنیا میں پیامبر، رسول، نبی کی ضرورت ہوئی۔

تاکہ وہ دنیا سے ظلم اور عدوان کا خاتمہ کر سکے انہوں نے غلط راہ پر چلنے والوں کو تنبیہ کی اور معبدِ حقیقی کی قوت و طاقت سے آگاہ کیا حق کا نعرہ لگاتے ہوئے وہ دنیا میں کسی سے نہ ڈرے اور فرمایا کہ:-

معبد ان باطل سے ڈرنے کی کیا پڑی ہے حالانکہ تم خدا سے ڈرتے ہی نہیں اور بلا کسی محبت و دلیل کے شرک کر رہے ہو تم ہی بتاؤ کے خدا کا پچاری زیادہ مامُون ہے یا بُت پرست زیادہ مطمئن ہے۔

خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ نبیوں کو اس لئے بھیجا گیا تاکہ کوئی شخص قیامت کے دن اپنی غفلت اور آبائی تقلید کا عذر نہ کر سکے۔

انبیاء آئے اور وہ اس لئے آئے کہ انسان اپنے سچے مالک کو

پہچانے۔ دوزخ۔ جنت۔ جزا۔ سزا۔ فرشتے۔ اللہ کی کتاب، قیامت کے خیروں شر کے متعلق انہیں صحیح معلومات ہو جائیں اور ان قوانین کے جاننے اور ماننے کا نتیجہ یہ نکلے کہ ان کی زندگی پہلے اور نیکوکاروں کی سی ہو جائے۔ جس سے دنیا امن و عافیت حاصل کر سکے اور حسبِ مرضی خداوند تعالیٰ ہو۔ ”ملکتِ حلقی“ کی اصلی روح یہ تھی کہ کسی شخص کی کسی جماعت پر بادشاہی نہ ہو۔ اور کوئی چیز بھی مخلوقات میں سے خدا نہیں بن سکتی۔

جب اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ چاہتی ہے کہ یہ نوع انسانی کے لئے رہبر و رہنماء بھیجے۔ تاکہ وہ لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف آنے کے لئے بلائے تو لوگوں کے لئے یہ فرض ہو جاتا ہے کہ دل و جان سے اس کی تابعداری کریں۔

اس بھیجے ہوئے انسان کو جس کی تابعداری کرنا لوگوں پر لازم ہے ”نبی“ کہا جاتا ہے نبوت کی ابتداء کرنے والے حضرت آدم تھے اور اس کے ختم کرنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

## وحی کی ضرورت

جب انسان اللہ کا نائب بناء کر دنیا میں بھیجا گیا اور اس میں کچھ اشخاص کو صفات اور حالات و ماحول کے ذریعہ ممتاز بنایا گیا۔ ایسی صورت میں ضرورت ہوئی کہ انسان سے تحاطب کیا جائے یہ اشخاص مبلغین کی حیثیت میں ”خلقِ عظیم“ سے ممتاز کئے گئے۔ اور ان کو ممتاز بناء کر دنیا سے ان کی اہلیت کا لواہا منوالیا گیا۔ پھر ایسے اشخاص کے ذریعہ اپنا پاک کلام جو جریل علیہ السلام کے ذریعے یا ان کے توسط سے انبیاء پر نازل ہوا۔ اور وہ انسانوں تک پہنچایا گیا اور اپنے کلام یا وحی کے ذریعہ اپنے احکام قوموں تک پہنچائے گئے۔ اس طرح انسان کو شرف خلافت و نیابت سے نوازا گیا۔ ان احکام کے بعد آپ پابند ہو گئے کہ آپ اپنی زندگی میں خدا کے قانون کی اطاعت کریں اور ہر اس قانون کو ٹھکرایں جو قانونِ الٰہی کے خلاف ہو۔ ہر حرکت اُن حدود کے اندر ہو جو آپ کے آقا و مالک نے آپ کے لئے مقرر کی۔ آپ کا ہر قانون اس قانون کے مطابق ہو گا جو آپ کے خدا نے آپ کو دیا۔ وہ لوگ جو اس وحیِ الٰہی یا احکامِ الٰہی کے پابند رہتے ہیں اُن کے متعلق حکم ہے یعنی وہ لوگ جو ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے ہیں اُن کو خوشخبری دے دو کہ وہ اس بہشت کے وارث ہیں جن

کے نیچے نہریں بہتی ہیں جب وہ عالم آخرت میں ان درختوں کے پھلوں  
 میں سے جو دنیا کی زندگی میں اُن کوں چکے تھے پائیں گے تو کہیں گے کہ یہ تو وہ  
 پھل ہیں جو تمہیں پہلے ہی دیئے گئے تھے کیونکہ وہ ان پھلوں کو ان پہلے  
 پھلوں سے مشابہ پائیں گے۔ جو نافرمانی کرتے ہیں اُن کے متعلق حکم  
 ہے:- کہ جو شخص مجرم بن کر خدا کے پاس آئے گا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔  
 جس میں وہ رہے گا وہ مرے گا نہیں بلکہ زندہ رہیگا نماز باجماعت گزارنے  
 والوں کے لئے حکم دیا گیا ہے۔ نجات یافتہ وہ شخص ہے جو اپنے وجود کو خدا  
 کے لئے اور خدا کی راہ میں قربانی کی طرح پیش کرے اور نہ صرف نیت سے  
 بلکہ نیک کاموں سے اپنی سچائی ظاہر کرے جو شخص ایسا کرتا ہے اس کا بدلہ  
 خدا کے نزدیک مقرر ہو چکا ہے ایسے لوگوں کے لئے نہ تو کسی قسم کا خوف ہے  
 اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے!۔

میری نماز۔ میری قربانی اور میرا زندہ رہنا۔ اور میرا مرنا۔ اُسی خدا  
 کیلئے ہے۔ جن کا پانہار ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے کوئی چیز اور کوئی  
 شخص اس کا شریک نہیں مجھے بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں ایسا ہی کروں اور

اسلام کے مفہوم پر قائم ہونے والا۔ یعنی خدا کی راہ میں اپنے وجود کی

قربانی دینے والا سب سے پہلا میں ہوں یہ میری راہ ہے۔ سو میری راہ

اختیار کرو اور اس کے مخالف کوئی راہ اختیار نہ کرو ورنہ خدا سے دور ہو جاؤ گے۔

اُن سے کہد و کہ اگر خدا سے پیار کرتے ہو تو آدمیرے پیچھے ہولو۔

اور میری راہ پر چلوتا کہ خدا بھی تم سے پیار کرے اور تمہارے گناہ بخش

دے۔ وہ بڑا بخشنے والا۔ مہربان ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں!

”ہم نے منکروں کے لئے جو سچائی کو قبول کرنا نہیں چاہتے زنجیریں

تیار کر دی ہیں اور گردن کے لئے طوق، اور ایک جلتی ہوئی آگ کی سوزش۔

(جو منکرین کے اعمال کا بہترین بدلہ ہے)

جن لوگوں نے خدائے تعالیٰ اکی جستجو میں پوری کوشش کی تو اس

سلسلہ میں ہمارا عطیہ ان لوگوں کے لئے یہ ہو گا کہ ہم ان کو اپنامقرّب بنائیں

گے اور اپنا نور دکھائیں گے اور جن لوگوں نے کجھ روی اختیار کی اور سیدھی

راہ پر چلنا نہیں چاہا تو اُن کے دل اور کجھ کر دیئے جائیں گے۔ پھر اس کو

مزید توضیح کے ساتھ بیان فرمایا:-

جو شخص اس جہاں میں اندھا رہا۔ وہ آنے والے جہاں میں بھی اندھوں سے بدتر ہو گا!

پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ تم اور تمہارے معبدوں ان باطل جوانسان ہو کر خدا کہلاتے رہے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ مزید نیکوکار اور اطاعت گزاروں کیلئے حکم ہے کوئی متنفس نیکی کرنے والا نہیں جانتا کہ وہ کیا کیا نعمتیں ہیں جو اُس کے لئے مخفی ہیں دوسری آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:-  
وہ بہشت جو پرہیز گاروں کو دی جائے گی اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک باغ ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو کبھی مُتعفّن نہیں ہوں گی اور نیز اس میں دودھ کی نہریں ہیں جو سراسر رونخش ہیں جس میں خمار نہیں اور اس میں شہد کی نہریں ہیں جن کے ساتھ کوئی گندگی یا کثافت نہیں۔

### دنیا میں انسان کی هستی کی اصلی غرض کیا ہے؟

انسان دنیا میں خلیفہ بنانا کر بھیجا گیا۔ اور اس کو دیگر جانداروں کے مقابلے میں اچھی بنیاد پر پیدا کیا گیا ہے۔ اسے قوت گویائی بھی عطا فرمائی گئی اسے

عقل سوچنے کے لئے دی گئی۔ بہر حال! وہ اعلیٰ اطافتوں سے آراستہ کیا گیا  
پھر تم سوچو کہ اس کو کام کیوں ایسا سپرد نہ کیا جائے جو کہ اس کی بنیادی  
پیدائش کے مطابق ہوا سکون زندگی گذارنے کے طریقے آتے ہیں وہ گھریلو  
زندگی میں مختار ہے وہ لوگوں میں آپس میں باہمی معاملات رکھنے کے  
طریقے جانتا ہے وہ شہری نظم و نقش اور زندگی کو تربیت دینے کے سلسلے سے  
واقف ہے اور وہ آئینی جدوجہد اور انتظام مرکز سے بھی آشنا ہے غرض کہ  
انسان کو ان تمام چیزوں سے واقف کر دیا گیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے  
لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت میں پیدا کیا۔ تاکہ وہ ان سے زیادہ سے  
زیادہ فائدہ کم سے کم وقت میں تھوڑی سی جسمانی طاقت کو خرچ کر کے حاصل کر  
سکے۔ اب ہمیں یہ سوچنا ہے کہ وہ کونسا ہم اور ممتاز کام ہے جس کے لئے  
ہماری پیدائش عمل میں آئی۔

اس کو یوں سمجھئے کہ محبت ہی اصل جان ہے اور وہی ایمان۔ محبت ہی تھی  
جو آپ کے خمیر میں ڈالی گئی۔ محبت ہی کے جذبہ سے آپ نے ماں کی مامتا کا  
جواب دیا یہی تھی جس سے آپ نے آپس میں میل و جوں قائم کیا غرض دنیا

کو دیکھو اس کا تمام مرکز اس کا اصل سرچشمہ محبت ہے محبت کسی کی جائیداد نہیں  
 کسی سے اگر تمہیں زیادہ لگاؤ پیدا ہو گیا تو وہ تمہاری روح کے لئے باعث  
 سکون ہوتا ہے اب لگاؤ یہاں تک بڑھا کہ نہ تو تمہیں بغیر اس کے چین اور  
 نہ اس کو بغیر تمہارے راحت ہے۔ محبت نے شیفتگی اور عشق کی صورت اختیار  
 کر لی۔ بیتی اور گذری ہوئی باتوں سے ہر بات اچھی طرح سمجھ میں آتی  
 ہے۔ یاد رکھو جتنے تم قریب ہوتے جاؤ گے۔ اتنی ہی محبت میں یگانگت اور  
 اتحاد بڑھتا جائیگا۔ اور اسی طرح آپس کے بہت سے پردے اٹھ کر ایک نئی  
 دنیا۔ نئے ماحول اور نئی فضا کا آغاز ہو گا۔ تم ہو گے اور تمہارا ساتھی۔ یہ  
 ماں تو کے جھگڑے اٹھتے جائیں گے۔ اس طرح سے قلب میں ایک نئی  
 جو لانی محسوس ہو گی۔ یہ تو تھا عمل تمہارا۔ تمہارا ساتھی کے ساتھ۔ اب دنیا  
 بد لی۔ ہوش و خرد آنے شروع ہوئے۔ چھوٹے۔ بڑے کی تمیز ہوئی۔  
 تمہیں اپنے بھائی۔ بہن۔ کنبہ۔ ماں باپ سے لگاؤ ٹھیرا۔ تمہارے تہذیب و  
 آوازے، بڑوں کی توقیر، اور ان کی عزت کا مطالبہ کیا۔ تمہارا لگاؤ جاری تھا۔  
 تمہاری محبت میں کوئی کمی نہ تھی تمہاری والہانہ شیفتگی کا وہی عالم

تھا۔ دل دل سے ٹکر ا رہا تھا۔ قلوب کی صفائی اور اس کا خلوص ایک نئے  
ماحول اور نئی فضا اور نئے حالات کو جنم دے رہے تھے۔ بہر حال! تمہیں  
امنگ تھی ایک نئی دنیا کی۔ تم ایک ڈگر پر چل رہے تھے اور ایک نئی شاہراہ پر  
گامزن تھے۔ دنیا کا قلب آئینہ ہوتا ہے۔ جیسا اثر اس پر پڑے گا۔ ویسا ہی  
عکس اور ویسی ہی تصویر اس آئینہ میں دیکھو گے اب معصومیت کی دنیا میں  
ایک نئے دور کا آغا تھا۔ تمہاری خام عقل اب سمجھو والی ہوئی دنیا کو دیکھا باغ  
میں گئے پھول کھلتے دیکھے کیا ریاں دیکھیں۔ رنگارنگ کے بچے اپنی لطافت  
دیکھ رہے تھے اور عجائب گھر میں تمہیں قسم قسم کے جانوروں کا تجربہ ہوا۔  
اسٹیشن و بازار میں نئے نئے آدمی اور نئی نئی صورتیں نظر آئیں نئی نئی قسم کی  
گاڑیوں اور بسوں والوں کا تجربہ ہوا۔ آبشار میں ایک نیا لطف محسوس ہوا۔  
سمندر کی لہر سے ایک نئی امنگ پیدا ہوئی۔ پھاڑوں کی ٹھیکریوں پر ایک نئی  
دنیا سمجھ میں آئی۔ صبح سورج نکلنے کے سے اور رات کو چاند کی چاندنی سے تم  
سدابہار بن گئے۔ طلوع نے تمہیں شفاقتہ کیا۔ اور بہار آفرین کیا اور ہر ضرب  
سے تم مغموم اور خزاں رسیدہ ہو گئے اب تمہیں تلاش و تجسس شروع ہوئی

کسی ذات کی اور اب تمہارے مجازی تخیل نے حقیقی محبت کا رنگ اختیار کیا دل نے چٹکی لی اور تم نے شکایت کی کہ یہ محبت تو کسی اور کیلئے ہے تمہاری چاہت نے اب دوسرا راستہ اختیار کیا۔ تمہاری سمجھ نے سکھایا کہ کوئی اور بھی حقیقت ہے یا ہستی ہے جس کے لئے ہمارا دل کھینچا جا رہا ہے۔ اور ہم اس سے منوس ہوتے جا رہے ہیں۔ اب تم نے اپنے کو مکمل محسوس کیا اور یہاں سے بندہ و آقا کی تمیز پیدا ہوئی تم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے تمہاری محبت نے (ابراهیت) کا طریقہ اختیار کیا تھا۔ تم چھوٹے تھے آپس میں مل بیٹھنے کے لئے چند دوستوں کی ایک مجلس اکٹھا کی تھی اور اُس کے کچھ طریقے بنائے اسی طرح جیسے جیسے تم بڑھتے گئے اور اپنے مالک کو پہچانتے گئے۔ تو مالک نے بھی محسوس کیا کہ اپنے بندوں سے ہمکلام ہو تو اس کیلئے الواح اور کتابیں نازل کی گئیں ان کتابوں کو تم خدا کے وجود، اور اس کے صفات اور پیغام پہنچانے کیلئے پیامبر کی ضرورت (ونہرو جی) میں دیکھو جس میں بالتفصیل ان باتوں کو ظاہر کر آئے ہیں۔ غرض کہ دو مختلف صحیفے، الواح اور کتابیں مختلف پیامبروں پر نازل کی گئیں۔ چونکہ جیسا جیسا زمانہ بدلتا تھا اور حالات میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کی گئی اور زمانہ جیسا بتدریج ترقی

پذیر ہوتا گیا و یسے ہی و یسے احکام کی تبدیلی اور ضرورت وقت کے مطابق  
 نظام یا سفر اشرے کو احکام دیئے جاتے رہے اور نئے نئے احکام اور نیا نظام  
 ان احکام کی تصدیق کے ساتھ تنشیخ کرتا رہا۔ اسی طرح صحیفوں کی جگہ کتابیں  
 بنتی رہیں۔ وہ کتابیں جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے وہ حسب ذیل  
 ہیں۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر۔ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 پر۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔ اس سے قبل دیگر صحائف انبیاء کرام  
 سابقین پر نازل ہوتے رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک دین کی تکمیل  
 نہیں ہوئی تھی۔ (ابھی موسمانی یا شواسرہ) کا محتاج تھا ایک کامل نظام اور  
 کامل پیام اور ایسی شریعت اور طریقے کا جو میں الاقوامی اعتبار سے تمام پر  
 حاوی ہو سکے۔ اس لئے ہادی برحق، رحمت دو عالم سید الانبیاء، نبی مکرم خاتم  
 النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت تھی تاکہ  
 حضور مددوح جہاں کے پالنے والے کا ایسا نام دنیا کے سامنے رکھیں جو تمام  
 ادوار اور زمانے کے لئے مفید اور مکمل ہو خدا کی قدرت اور آقا کا بندوں  
 کے نام فرمان قرآن کے نام سے دنیا میں پیش کیا گیا۔ لہذا ہم یہ جان

سکے کہ ہماری پیدائش کیوں ہوئی اور ہم کا ہے کے لئے دنیا میں پیدا کئے گئے۔ قرآن نے ہمیں سمجھایا۔!

**”وَمَا خَلَقْتِ الْجِنَّ وَالْأَنْسَ إِلَّا لِيُعْبُدُونَ“<sup>۵</sup>**

”ہم نے نہیں پیدا کیا انسان و جن کو کسی کام کے لئے لیکن اس لئے وہ ہماری عبادت کریں۔“ اس فرمانِ الٰہی نے بتایا۔ کہ ہماری زندگی کا مقصد اور ہماری پیدائش اس کے سوائے کچھ نہیں کہ اللہ کی عبادت کی جائے اور پوری زندگی اس کی غلامی اور تابعداری کے ساتھ بسر کی جائے۔ اس لئے ضرورت ہوئی۔ کہ ہم عبادت کے صحیح مفہوم کو سمجھیں اور اس کو جاننے کی کوشش کریں۔ تا کہ ہم صحیح معنوں میں اللہ کے فرماں بردار بندے بن جائیں معصوم فطرت میں یہ بات تو ذہن نشین ہے کہ جب تک ہم صحیح طریق پر کسی بات کو نہ سمجھیں تب تک اس بات کو انجام دینے کی صلاحیت ہم میں نہیں ہوتی۔ عبادت اعبد سے نکلا ہے جس کے معنی بندگی اور غلامی کے ہیں۔ یہ تو کبھی سنا ہے کہ مجاز حقیقت کی رہبری کرتا ہے۔ اور دنیا عالم مثال ہے ان مقولوں کو سامنے رکھنے کے بعد تم عبادت کی اصلی روح سمجھنے کے قابل ہو سکو گے۔

چنانچہ حضور سرور کائنات تاجدار کو نین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

**مَنْ لَمْ يَرْحُمْ صَغِيرًا وَلَمْ يُؤْءِ قِبِيرًا فَلَيْسَ مِنَّا ۝**

"جس شخص نے اپنے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا اور اپنے بڑوں کی تعظیم نہیں کی۔

وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

پس چھوٹوں پر رحم کرنا بڑوں کے لئے ضروری ہوا۔ اور چھوٹوں کیلئے  
یہ لازم ہوا کہ وہ اپنے بڑوں کی تعظیم کریں۔

یاد رکھئے! کہ بڑوں کی تعظیم میں آپ کو تین باتوں کا خیال ہو گا اول  
انعلق وابستگی۔ دوسرا غر بار پوری۔ تیسرا ادب و لحاظ، جو چھوٹے اپنے  
عمل میں بڑوں سے مندرجہ بالاتین طریقے جاری رکھتے ہیں تو وہ برائے  
وقارعہ حاصل کرتے ہیں اس طریقے نے مجاز کے پہلو کو بدلتے ہوئے  
حقیقت کی طرف توجہ منعطف کی۔ تو گویا اس کی مالک حقیقت کے ساتھ  
والہانہ شیفتگی و عقیدت شروع ہوتی۔ اب یہاں وابستگی بڑوں سے نہ تھی بلکہ  
ان بڑوں کے پیدا کرنے والے آقا سے تھی۔

اب محبت میں وفاداری شامل تھی۔ اطاعت سے آقا کی خوشنودی

مقصود تھی ادب و تعظیم کا بجالانا بھی مقدم تھا۔ اس لئے ہمیشہ کے لئے سرتسلیم خم کرنے پر مجبور کر دینا تھا۔ ایسے لوگ جب اللہ کی بارگاہ میں پسند آجائیں تو آقا اس صلی میں فرماتے ہیں۔۔۔ کہ وہ لوگ جو ایمان کا نور رکھتے ہیں ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑتا ہو گا وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے۔ اے خدا! ہمارے نور کو کمال تک پہنچا۔ اور اپنی مغفرت کے اندر ہمیں لے لے۔ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

جہاز سمندر میں روایاں دواں ہے روشنی کا ستارہ روشن ہے ساحل کی رہبری روشن سیارہ ہی کر سکتا ہے ڈسمرؤں نے اپنا کام ختم کیا انہوں نے ساحلِ مراد تک پہنچنے کی رہبری کر دی اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم ساحلِ مراد تک پہنچنے کی جدوجہد کرو یا نہ کرو۔ تمام انبیاء کا ایک ہی پیام تھا ”لَا تَعْبُدُ إِلَّا اللَّهُ! اللَّهُ كَسْوَى كَيْ عِبَادَتْ نَهْ كَرو۔

یعنی صرف ایک ہی بادشاہ ہے ایک ہی خالق ہے۔ اور ایک ہی مالک ہے۔ جسکی وفاداری اور اطاعت۔ اس کے ادب و تعظیم ہی سے تمہارا بیڑا پار لگ سکتا ہے۔ اس کی پرسش و پوچھ کے کرنے سے تم با مراد ہو سکتے ہو۔ پس اللہ

کی بتائی ہوئی لائے تمہاری صحیح شاہراہ ہے صرف اسی کا قانون ہے جس کی پیروی کر کے گلشنِ قدرت کے پھولوں سے تم اپنے دامنِ مراد کو بھر سکتے ہو۔ یعنی ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم آقا کو آقا سمجھیں اور اس کے رازق اور محافظ ہونے کا اقرار کریں اور اس کے مقابلہ میں اپنا طرزِ عمل ایسا کریں جس سے بندہ بندہ نظر آئے اور وفا داری و دیانت داری ہمارا شیوه ہو۔ ہر آقا کی تمنا اپنے بندے سے یہی ہوتی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ اور اس کی خدمت سے منہ نہ موڑا جائے اور اپنے کورضاۓ الہی کے سپرد کر دیا جائے۔ اور اس کے دھیان و خیال اور تعظیم ادب و احترام میں اپنے دل کی کھڑکی کھولی جائے۔ وہ کونسا آقا ہے جو بندے سے منہ موڑے کونسا وہ مالک ہے جو بندے کے اضطرار اور اس کے گڑگڑانے پر توجہ نہ کرے اور اس کو روتا دیکھ کر خاموش رہے۔ ہر آقا اپنے اچھے بندے کا ہوتا ہے فطری امتیاز سے اور دلی اعتبار سے جب تم اچھا پھول دیکھتے ہو تو تمہارا دل باغِ باغ ہو کر کلی کی طرح کھل جاتا ہے۔ کوئی عجوبہ چیز یا غیر معمولی کام دیکھتے ہو تو نعروہ تحسین سے آسمان سر پر اٹھا لیتے ہو۔

اچھائیاں پسند کرتے ہو۔ اور برائیوں سے تمہیں نفرت ہوتی ہے۔ پھر سوچو  
کہ تم مالک کے سامنے کھڑے ہو وہ تم سے اچھی باتیں ہی پسند کرے گا یہ کتنی  
عجیب بات ہے۔ کہ جس نے زندگی کے لئے ہر قسم کا سامان مہیا کیا۔ اور  
تمام چیزیں آپ کی خدمت کیلئے وقف کر دیں۔ پھر ایسے مالک کے لئے  
تمہیں کیا کرنا چاہیے۔ بندہ ہر حالت میں بندہ ہے خدمت سے منہ موڑنا  
اس کی صفت نہیں آقا کی مرضی پر اپنے کو حوالے کر دینا یہ انسان کی شان  
ہے۔

شانِ بندگی حاصل کرنے کے بعد ہی انسان بلندی کے اعلیٰ مراتب  
پر پہنچ جاتا ہے۔ محمود ایاز کے قصے سے آپ کو واقفیت ہے محمود کے پاس  
ملاز میں کی نہ معلوم کتنی تعداد ہوتی لیکن ایاز کو جو امتیاز حاصل تھا۔ دُنیا اُس کو  
مٹا لآ پیش کر رہی ہے۔ تمہاری شاعری میں اُن کے اشعار ہیں۔ تمہاری نثر  
میں اُس کے افسانے بھی موجود ہیں تمہارے عوام کی کتابوں میں اس کے  
تذکرے موجود ہیں یہ تھی اطاعت اور فرمانبرداری۔ اور احکام و پابندی۔  
اور ادب و تعظیم کی عملی مثال تھی۔ ایاز کو محدود کی نگاہ میں ممتاز بنادیا۔ یہ  
انسانوں میں انسان کی مثال تھی۔ ایاز نے اپنے کو خدمت کا خوگر بنا کر اور

اطاعت و فرمانبرداری میں اپنی مثال پیش کر کے تاریخ کے صفحات میں جگہ حاصل کر لی۔ اب یہاں یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ وہ لوگ جو اطاعت اور فرمانبرداری سے منہ موڑ دیں یا رسمًا اقرار کر دیں اور تنہ ہی کے ساتھ اس کے احکام پر نہ چلیں اور مقررہ ڈیوٹی کو بھی اچھی طرح انجام نہ دیں اور سستی یا دکھاوا بر تین اور خلاف ورزی کرتے چلے جائیں اور مسلسل بے ایمانی، دھوکا۔ جن کا شعار ہے تم ہی بتاؤ کہ مالک کا وہ اطاعت گذار بندہ کبھی کھلا لایا جا سکتا ہے۔

### خدا کا اطاعت گذار بندہ

(۱) کسی صورت میں خدا کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ کرے گا اور نہ وہ کسی کی تابع داری قبول کرے گا۔ (۲) اور نہ وہ کسی کی خوشامد کریگا نہ کسی سے حاجتیں یا مرادیں طلب کرے گا۔ (۳) نہ وہ کسی کا حق مارے گا اور نہ حلال و حرام کا خیال کئے بغیر اپنی روزی کے لئے کوشش ہوگا۔ (۴) نہ بے ایمانی اور بد مستی سے دوسرے کامال طلب کرے گا۔ اور نہ گم شدگی اور فحش اور لغویات میں حصہ لے گا۔ اور نہ وہ ظلم و فساد برپا کرے گا (۵) اور نہ کسی کو

اپنا آقا و مالک یاد و سروں کو معین ماننے والا وغیرہ فرض کرے گا۔ (۶) اور نہ

وہ خدا کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ کر کسی اور کے راستے پر چلے گا۔

غرض کہ آپ کی بندگی یہ ہے کہ آج اپنی زندگی میں ہر وقت اور ہر حال میں

خدا کے قانون کی اطاعت کریں اور ہر اس قانون کی خلاف ورزی کریں جو

قانون الہی کے خلاف ہو۔ آپ بندگانِ خدا کی ہمدردی میں بھی ساعی ہوں

اللہ کی مقررہ کردہ حدود کو سامنے رکھتے ہوئے بڑھے چلیں۔ ہر فعل اس

اصول کے مطابق ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے غرض کہ آپ کی

زندگی اور موت اور آپ کی ہرشے کی قربانی پالنے والے اور پیدا کرنے والے

مالک کے لئے ہونی چاہیے۔

یاد رکھو ہم آپ کو کسی سے وابستہ کر کے کسی اصول کے لئے قربانی

دے دیں تو تاریخ عالم میں آئندہ آنے والی نسلوں کو یہ بات یاد گار ہوتی اور

تمہارا اسوہ عمل۔ طریقہ لوگوں کے لئے یہ عملی مثال رہے گا ایسے ہی اگر ہم

اللہ کے ساتھ وابستہ ہو کر رضاۓ مولیٰ میں آپ کو پیش کر دیں تو ہمارا

طریقہ عمل پُجارتی ناخداوں کے مقابلے میں اصول عمل کے لئے قابل تقلید

اور عملی مثال ہوگا۔ اس سلسلے میں نیکو کاروں کی کافی تعداد نظر آئے گی۔ جو صدقیق۔ شہد اکھلائے۔ اور جنہوں نے اپنی عملی سرگرمی سے اپنے کو زندہ جاویدہ بنالیا۔

حدود اللہ اور قانون الہی کو سامنے رکھتے ہوئے آپ جو طرزِ زندگی اختیار کریں گے وہ آئینہ عبادت ہوگا۔ ایسی صورت میں آپ کا سونا کھانا پینا اور چلنا پھرنا۔ جا گنا۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہمدردانہ سلوک اور بندگانِ خدا کے ساتھ بر تاؤ۔ یہ تمام کا تمام کام عبادت ہے۔

انسان اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ خدا کے احکام کو دنیا میں رواج دے اور بندگانِ خدا کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے بس یہی اصل زندگی ہے دنیا کے متعلق مولانا رومی فرماتے ہیں۔

**چیست دُنیا از خدا غافل بدُن**

**نہ قِمَاش و نقرہ و فرزند و زن**

دنیا کے لغوی معنے غفلت خدا کے ہیں۔ اور اس کے اندر بال بچوں کی مصروفیت۔ چاندی سونے کی فراہمی یا عورت کا فریب حُسن بس اسی

شغف کا نام دنیا ہے۔

یعنی اس کو یوں سمجھو کہ بنانے والے کی یاد میں بنائی ہوئی اور پیدا کی ہوئی چیزوں کو رضاۓ مولیٰ میں صرف کرنا۔ اور حدود اللہ کو سامنے رکھنا۔

اور اُس کو اس طرح خرچ کرنا محبوب کو پسند آجائے وہی عبادت ہے۔

کیا کبھی تم اپنے محبوب سے غافل ہو سکو گے کیا جو چیز ان کو پسند نہ تھی کیا تم اُسے اختیار کر سکتے ہو۔ وہ مولاۓ حقیقی جس نے تمہیں پیدا کیا اور رزق دیا

اور ہمارے لئے کائنات کو حوالے کر دیا۔ اور اُس پر یہ انعام کہ ہمیں خلافت

اللہی سے ممتاز کیا۔ اسی ذات کا ہم شکر یہ ادا کرتے ہیں ہمیں لازم ہے کہ

ہماری ہر بات خداوند تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہو اور ہم اس کے فرمان

بردار بندے کہلانیں۔ مولانا محمد علیؒ فرماتے ہیں۔

تو حیدر یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے!—!!

یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے!

پس یہی عبادت کا خلاصہ ہے اور یہی مرضی، مولا ہے جس کے حکم کی اطاعت اور فرمانبرداری کر کے ہم فلاجِ دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

عبادت کے لئے زبان اور دل کی ضرورت ہے عقیدت کے جذبات کے ساتھ پرستش کرو اور دل کی صفائی اور روح کی پاکیزگی کے ساتھ تشكراً امنان کے نذر انے پیش کرو اور مظلوم کی حمایت میں انسانیت کی خدمت کرتے ہوئے رضاۓ مولا پر قربان ہو جاؤ۔ پھر دیکھو کہ تمہیں اس بارگاہ عالیٰ سے کتنا ملتا ہے۔

قارئین کرام! ہماری زندگی خیالات کے بے اتحاہ سمندر کا مجموعہ ہے کیونکہ سوچنے اور سمجھنے کے بغیر کسی بات کے متعلق اپنا نظریہ قائم نہیں ہو سکتا خیالات دنیا کی زندگی میں کافی انقلابات پیدا کرتے ہیں بعض اوقات کسی اہم بات کو صحیح سمجھ لینے سے ہماری زندگی خوشگوار بن جاتی ہے۔

لیکن جب ہمارا نقطہ نظر ہمیں ٹیڑھے راستے پر چلانا شروع کر دیتا ہے تو تھوڑی دور چل کر ہی ہم بے پناہ مصائب اور آلام سے گذر کر یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ راستہ زندگی کے خوشگوار حصہ سے نہیں گذرتا جب خیالات انسان پر ایسا قابو پالیتے ہیں تو انسان فطرتی تقاضہ کے سبب ہجوم قوت ارادی پر اثر انداز ہوتے ہوئے اسے یا تو بلندی کی طرف لے جاتا ہے۔ یا

اُسے پستی کی طرف پھینک دیتا ہے۔ لیکن اگر کسی بات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو یہ ممکن ہے کہ اس کا نتیجہ ہمارے حالات کے برعکس ہو۔ جس لمحے میں آپ اپنی قوتِ متحیلہ کھو بیٹھیں تو آپ اس وقت اپنے آپ کو بے کار سمجھیں اور پھر آپ میں کسی کام کے کرنے کی قابلیت باقی نہیں رہتی۔

پس قوتِ تخلیل ہی زندگی کا سب سے پہلا جزو ہے اور یہی ایک راستہ ہے جس سے آپ کا ہر فعل دل دماغ سے گزر کر عمل کی راہ اختیار کرتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر انسان کو اپنے خیالات پاک رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ سوچا۔ سمجھا۔ اور جانا۔ وجہا عمل دنیا کو اس راستے سے وابستہ کر دے۔ جسے مُستقیم یا سیدھا راستہ کہتے ہیں۔ اور یہی وہ راستہ ہے جس پر لوگ چل کر انعاماتِ خداوندی سے نوازے گئے۔ اور باعث انعام و اکرام خداوندی ٹھیکرے اور اسی راہ پر ہم چل کر کامیاب و با مراد ہو سکتے ہیں اور اس سے ہٹ کر ہم مقہور و معتوب بن سکتے ہیں لہذا عبادت ہی سے ہم منزل مقصود حاصل کر سکتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہمیں اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر جب عبادت ہماری زندگی کا مقصود مدد عاٹھیرا۔ تو

پھر ہم اپنی زندگی کو اس طرح کیوں نہ ڈھال لیں جو باعثِ مکرمتِ مولا ہو جائے۔

### مذہب یا سیدھے راستے کی ضرورت کیوں ہے؟

ہم اور پر بتا آئے ہیں کہ قوتِ مخلیلہ سے انسان اپنے آپ کو بنا بھی سکتا ہے اور غلط راستے پر بھی ڈال سکتا ہے انسان نے جب غلط راستہ اختیار کیا پھر ایسی صورت میں ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کی قوتِ مخلیلہ کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ایسے انسانوں کو بھیجا جائے۔ جو خام عقل کو سیدھے راستے کی طرف لے جائیں اسی لئے اُس نے اشتہار کے ذریعے انسان کو اس کی طبعی حالتوں کی اصلاح کی تو لید بنا کر اعلیٰ درجہ کی روحانیت کی طرف پہنچانا چاہا ہے انسان کو نشست دبر خاست اور کھانا و پینا۔ بات چیت کی جانب اور تمام اصلاحِ معاشرت کے طریقے سکھا کر ممتاز بنا یا ہے تاکہ وحشیانہ طریقوں سے نجات حاصل کر لے اور اپنے کو ادب و شاشتگی سے آرائستہ کر کے اخلاق و فاضلہ کا باعث بنے اور اپنے کو اعلیٰ ترین روحانیت کا خواگر بنا کر خالقِ حقیقی کی محبت میں سرمست اور رضائے مولا میں محو ہو جائے

اور سب وجود اس کا خدا کے لئے ہو۔

ضروری ہے کہ انسان اپنی زندگی کے مقصد کو جانے اور دیکھنے کی کوشش کرے۔ بیخبری اور کم فہمی میں کوئی بات کرنا یہ نادانی اور حیوانی صنعت کہلاتی ہے۔ اور انسانی زندگی کا جو ہر آزادی ہے اور اس کا اجala اپنی سمجھ اور خدائی بصیرت ہے اس لئے انسان کو لازم ہے کہ اپنی زندگی کے مقصد کو بنانے کے لئے کوشش کرے سب سے پہلے وہ اپنی سمجھ سے پتہ چلائے پھر اسے اپنے دماغ میں ایک مستقل ارادے کے ساتھ قائم کرے اس کے ساتھ وہ اپنے جذبات و خیالات کو یکسوکر کے عمل کرے تجربوں سے فائدہ حاصل کرے۔ حقیقی روشنی کو پانے کی کوشش کرے جو انسانی زندگی کا مطمئن نظر ہے۔

جب تک انسان اپنی زندگی اور حالات پر نگاہ کرتا ہو امیداً و منتها کے لئے کوشش نہ ہوگا۔ اس وقت تک اس کی زندگی بے روح ہوتی ہے۔

## موجودہ زمانہ کیسا ہے؟

اس کے متعلق کئی متفاہدار ایں دیکھنے اور سننے میں آئی ہیں۔ بعض لوگ اسے

روشنی کا زمانہ کہتے ہیں اور بعض اس میں مادہ پرستی کے بڑھتے ہوئے  
اندھیرے کے سوائے کچھ نہیں کہتے ہیں بعض کے خیال میں یہ زمانہ خود  
ایثاری کا ہے۔ بعض لوگ اسے خود غرض کا جال بتاتے ہیں بعض لوگ آثار  
زمانہ کو دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرا بھلا ہے اور بعض کو ایک ڈراونا مستقبل  
دکھائی دے رہا ہے۔

یہ زمانہ ہلچل۔ تبدیلی۔ گڑبڑ۔ بدمنی، بے چینی کا زمانہ ہے عالمگیر  
جنگ کے شعلے انسانی تہذیب کو بھسم کرنے کے لئے اٹھ رہے ہیں۔ سخت  
ترین المناک قحط۔ وبا میں۔ متضاد خیالات۔ مذہبی تعصبات اور مذہبی  
تازیعات پھیل رہے ہیں جینا دن بدن مشکل ہوتا جا رہا ہے باہمی نفرت اور  
مقابلہ روزانہ رو بہ ترقی ہے۔ سائنس آلہ تباہی بن رہی ہے مذہب کو خود پرستی  
کا نمونہ بنادیا گیا ہے دو بڑی جنگیں انسانیت کا خاتمہ یا تباہی کا المناک منظر  
پیش کر چکی ہیں۔ انسانی دنیا میں لڑائی صاف طور پر ایک مکروہ اور تباہ گن  
برائی ہے مگر ایسا بھی ہوتا ہے کہ برائی کے اندر بھلامی نمایاں ہو جیسا کہ ہر  
جھوٹ یاد ہو کے میں کوئی نہ کوئی واقفیت نمایاں ہوتی ہے جیسا کہ ہر جھوٹ یا

دھوکے میں کوئی نہ کوئی سی بات خراب ہوتی ہے اب ہمارے لئے یہ بات ناممکن ہو گئی ہے کہ موجودہ اقتصادی سیاسی نظمات سے ہم بالکل مطمئن ہو سکیں۔

دنیا میں یہ محسوس کیا جانے لگا ہے کہ دنیا میں ان کی کیا حیثیت اور کیا کیا حقوق ہیں اور کیسی طاقت ہے اس میں اب مجہول طاقت سے بیزاری پیدا ہو چکی ہے انسان ایک حالت پر مطمئن نہیں رہتا۔ اس کی فطرت ہمیشہ ترقی پسند واقع ہوئی ہے۔ یہ ایک قانون زندگی ہے کہ جب کسی زندہ شے کی ترقی رُک جائے تو وہ لازمی زوال پذیر ہونے لگتی ہے۔ زندگی ٹھراو کو جانتی نہیں وہ اگر آگے کونہ بڑھے تو پھر پیچھے کو ہٹنے لگتی ہے۔ پس زندگی کی تمام صورتیں صرف اس شرط کے ساتھ ہی زندہ رہ سکتی ہیں کہ وہ اپنے ماحول اور اپنی فطرت کے ہم آہنگ ہوں چونکہ ماحول لگاتار بدلتا ہے اس لئے جو لگ بدلتے ہوئے ماحول کے ساتھ ساتھ خود بدلنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔

وہ اپنی ہستی کھو بیٹھتے ہیں یہ انسان ہی تھا جس نے اپنے دل دماغ اور دو ہاتھوں کی بدولت زمین کے چہرے کو بدلتا دیا زمین اور سمندر اور ہوا کو قابو

کرنے کی کوشش میں کامیاب ہوا۔ اور سمندر کے اوپر اور اس کی تھیہ میں چلا گیا۔ بادلوں سے اوپر اڑا۔ دریاؤں کے رُخ بد لے سمندروں سے رشتے جوڑے زمین کے پردے کھولے ستاروں کی تحلیل کی اور ان کا وزن معلوم کیا۔

اس طرح زندگی نے علم کی جانب رہبری کی ہمارے تجربات میں بہت سی باتیں آئی ہیں۔ ابتدائی دھوکوں اور غلطیوں سے فائدے حاصل کئے کافی بیداری حاصل کرنے کے بعد انسان میں خودسری پیدا ہونے لگی۔

جنگیں، وطنیت، قومیت، اور تہذیب کی تلاش میں ہوئیں اب تو یہ خیال پیدا ہو چلا ہے۔ کہ (۱) کوئی شخص کسی کا غلام نہیں ہو سکتا۔ اور ظلم کو برداشت نہیں کر سکتا۔ ہر فرد بشر آزادی کو اپنا پیدائشی حق سمجھا ہے اب شہنشاہیت کسی کو منظور نہیں کوئی شخص یہ نہیں چاہتا۔ کہ لوگوں کی حکومت کی باگ ڈولوگوں کی خاطر خود لوگوں کے ہاتھوں میں ہو۔

(۲) اقتصادی طور پر جب یہ ذہن نشین ہو گیا کہ وہ تیز و تنہ مقابلہ کر کے اور پالیسی بعض و عناد جو قوموں کے درمیان اڑائی پیدا کر کے لا تعداد مردوں اور عورتوں اور بچوں کی فاقہ کشی اور جسمانی ہلاکت پر منتج ہوئے ہیں ہنڈیات

کی تلاش اور وطنیت اور قومیت کی پیداوار ہیں۔ دراصل اقتصادی وجوہات سے پیداوار ہے۔ اور یہ اس وقت نابود ہو جائیں گے جب لوگ اپنی اجتماعی زندگی ایک مختلف بنیاد منظم کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور باہمی تعلقات کو مجادلہ سے تعاوون اور نفرت سے محبت میں بدل لیں گے۔ اور جب محبت اور پیداوار کو طاقت کی بجائے انصاف کے اصول پر باٹا جائے گا۔

پس مندرجہ بالا وجہ کے سبب اس طرح سے انسان کو اپنی جدالگانہ فردیت کا احساس ہوا۔

ایسے شخص نے اپنے چشم اور ذہن کے ذریعے نئی شان اور عظمت پائی اس نے نئی طاقت اور نئی موافقت اور نئی خوشی اور نئے ماحول کے بل بُوتے پر لوگوں کو تبلیغ کرنا شروع کیا۔ اسی طرح سے انسانی زندگی میں انتشار پیدا ہونا شروع ہوا۔ اور فرد کی شخصیت کا ظہور ہوا۔

فرد کے ساتھ لوگ ملے جس طرح ہمارے چہرے۔ قد۔ آوازیں اور مذاقات مختلف ہوتے ہیں اسی طرح ہماری قابلیت۔ صلاحیت۔ جزبات۔

خیالات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے بعض لوگ پُر حرکت ہوتے ہیں۔

بعض ڈھیلے ڈھالے اور بعض طاقت ور ہوتے ہیں۔ بعض کمزور۔ بعض کی

بناوٹ نہایت نفیس ہوتی ہے بعض کی موٹی اور بعض کی بھڑی۔ لہذا یہ

اختلاف زندگی اور اقوام کے درمیان یہ ناگزیر ہے اسی طرح سے مختلف

طبع۔ اور مختلف اشخاص نے اپنی خود غرضی۔ ابلہ فربی اور خیر مالاندیشی۔

ذاتیات کو اور دوسری برائیوں کے ساتھ صرف مادیات کو سامنے رکھتے

ہوئے ورغلانا شروع کیا۔ پس اس طرح دنیانے نئے گروہوں اور

معاشروں میں تقسیم ہو گئی۔ سب سے زیادہ چالاک فیشن اور طاقت ورنے

انسان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اپنی کجھلا ہی اور شہنشاہیت کو رواج دیا۔

اسی طرح سے انسان کا انسان کی غلامی میں مبتلا ہو کر بہت سی بُرا ایوں کا

خون ہو گیا۔ عیش و عشرت، عیاریاں اور مختلف بُرا ایاں جگہ جگہ پائی گئیں۔

اس طرح تہذیب انسانی کی بنیاد مادہ پرستی پر چلی اس لئے انسانی معاشروں

کو تاریخ وقت اور مصیبت کی کہانی بنی۔ قید و بند کی مشکلات پیدا ہوئیں۔

مرکز وجود سے طاقت۔ روشنی محبت اور خوشی معدوم ہونے لگی۔ اس طرح اندر ورنی

مخالفتوں سے فرد کی عزت داغدار ہوئی۔ اور قوت حیات کو برابر نقصان پہنچتا رہا۔ اور وہ اچھلتی ہوئی اور بڑھتی ہوئی طاقت آئندہ کیلئے مجتمع نہ ہو سکی۔ جو خود کو اُس کی موجودہ حدود سے پرے نہ لے جاسکی۔

اس اندر وہی تفرقہ اور خلف شار کے باعث ہماری عمر میں قہقہوں کہانیوں میں گزرتی وجود کی نشوونما رُک گئی۔ بعد ازاں زندگی ناکامیاب دکھائی دینے لگی۔ سخت گیر خیالات، اور مختلف تقاضائے بشری اور تعصب اور توہمات اور خام خیالات نے جگہ پالی گئیں اور مختلف قسم کے خوف پیدا ہوئے۔ روپے کپڑے۔ آرام۔ لذات۔ شہرت۔ ہماری ترقیات میں حارج ہوئیں۔ انسان نے مادیات کے تصور سے انہی سے محبت کرنا سیکھا۔ سطحی زندگی نے دوسروں کے ساتھ رکھ پیدا کی۔ آج دنیا میں انسان عقلی طریقے پر چلتا ہوا باوجود حیرت انگیز علمی ترقی کے اور توسعیں کے نہایت خوفناک اور تباہ گن مصائب کا شکار ہوا۔ دنیا میں لذت کی کوئی کمی نہیں خاص طور پر موجودہ زمانہ میں علمی ایجادات نے نہ صرف وسائل لذات کو فروع دیا ہے بلکہ ان کے حصول میں کافی آسانیاں بہم پہنچا دی گئی ہیں جو لذتیں صرف

شہنشاہوں کے حصے میں آسکتی تھیں اب انہیں ایک معمولی آدمی بھی ناکافی خیال کرتا ہے۔ آج ایک طرف انسانی خواہشات پر اپلا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف انسانی عقل ساتھ ہی ساتھ ان کے پورا کرنے کا سامان مہیا کر رہی ہے۔

لذات بعینہ عارضی اور بیرونیات پر ہی ہوا کرتی ہے۔ ان کا حصول دولتِ حیات کے خرچ پر ہوتا ہے۔ اور ان سے زندگی کوئی جمع ہونے والی قدر حاصل نہ کر سکی ان کا جوابی مظہر لازمی طور پر پُر درد اور غم سے بھرا ہوا اور مزاحیات لئے ہونے ہوتا ہے۔ جس طرح سے چھلنی میں پانی ٹھیک نہ مشکل ہے اسی طرح لذات سے تسلی ملنا محال ہے لذات کے پیچھے دوڑنے والا شخص گویا کھاری پانی ہے وہ اپنی پیاس بجھانی چاہتا ہے لذات پرستی ایک طرح کی واقعی خودکشی ہے اس کے چھل اکتا ہٹ، بیماری، جہالت اور سبکی ہیں اس کی پیروی تمام نفس احساسات کو بر باد کر دیتی ہے۔ لذات کا شوقین خود پرست ہونے کی وجہ سے ایثار کی قابلیت نہیں رکھتا۔ لذات پرستی غلبہ حیوانیت کو ظاہر کرتی ہے، اسی طرح مادیاتی تیّع میں لوگوں نے نئے فرقے بنائے

اور نئے نئے ازم پیدا ہو گئے اور اپنے اثرات تقاریروں نیز دیگر چالوں سے انسانوں کو معبدانِ باطل کا خونگر بنادیا کہیں صرف فطرت کا تصور انسانی زندگی کے لئے پر سکون محسوس کیا گیا۔ کہیں صرف اخلاقیات نے انسانی زندگی کیلئے لا جے عمل کا کام دیا۔ اس نے ترقی پا کر کمیوزم اور سو شلزم کی صورت اختیار کی بہت سے مددیوں کو لذات کی تشقیع میں سند دے دی گئی۔

اور اس نے سوسائٹی اور معاشرے کے لئے ایک قانون اصول عمل، طریقہ کی صورت اختیار کر لی اور تمام معاشرے کیلئے لازمی ہو گئی۔ اس طرح انسان نے جو چاہا اپنا قانون بنایا اور اسی کے مطابق معاشرت کو بھی ہدایت کر دی گئی۔

یہ یاد رکھئے کہ انسان لذات اور عیش کی طرف جتنا متوجہ ہوتا ہے اتنا ہی وہ مشکلات میں پڑتا ہے اور زندگی کو و بال جان سمجھتا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کمیوزم اور سو شلزم کو معاشرت سے سندمل گئی اور ان کی خرابیاں بھی سوسائٹی اور معاشرے کے لئے اصولِ زندگی بنادی گئیں نتیجاً اگر آپ کسی سے پوچھنے بیٹھ جائیں اور آپ کہیں کہیئے حضرت کمیوزم اور

سو شلزم سے آپ کو کیا واقعیت ہے۔ تو اس کا جواب وہ یہی دیں گے کہ حضور  
آج کل اپنے کمیونسٹ اور سو شلسٹ کہنا فیشن ہو گیا ہے۔ اس لئے میں  
اس عقیدے سے متعلق ہوں۔ حالانکہ وہ اصولوں سے واقف نہ ہوں گے۔  
اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی وحدانیت کے لئے قدرت نے جس  
طرح انسان کو عقل کے جوہر سے نوازا۔ اسی طرح دنیا کو مختلف اور رنگارنگ  
عجائب و غرائب سے مُزین فرمایا۔ تاکہ ایک صحیح عقل انسان ان قدرتی  
ظاہروں کے ساتھ ساتھ نہایت آسمانی سے دنیا کے بنانے والے وجود پر  
دلیل حاصل کر سکے اور ایک ہلکی سی نظر میں اور تھوڑی سی اپنی توجہ صرف  
کر کے توحید باری اور اس کی الوہیت پر غور کر کے اُس کا قائل ہو سکے۔ اسی  
لئے آسمانی کتب اور خدا کے کلام میں مسلسل دلائل موجود ہیں جس میں اہل  
 بصیرت اور اہل فکر سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ غور اور فکر کر کے اس سے عبرت  
حاصل کریں۔ اہل علم اور اہل یقین ان نشانیوں سے سبق حاصل کر کے  
لوگوں کے دماغوں پر اثر ڈالیں اب ذار اس بات پر غور کرو تک عقیدے  
کس طرح پیدا ہو کر دبا کی مانند پھیل جاتے ہیں۔ بھلا کوئی شخص اپنی

آنکھوں کی بینائی پر اعتماد کھو بیٹھے تو اس کی حالت کیا ہو گی۔ ایسے شخص کو ہمیشہ دوسروں کی سند کا سہارا لینا پڑے گا وہ دوسروں کی غلطی یاد ہو کے سے بچنے کا راستہ نہ پایا گا۔ اور جسے اپنے پیر و مرشد یا تو لیدر یا ذکیٹر سمجھے گا یا مانے گا وہ اس کے ہاتھ میں ایک بے شعور آ لے کی مانند ہی استعمال ہو گا۔ یہ مَت و اصول کوئی سچائی رکھیں یا نہ رکھیں ایک دوسرے کی تردید ضرور ہی کریں گے۔ اسی طرح سے کئی فرقے اور کئی مَت ظہور میں آئے لیکن ان میں ہمیشہ تنگی اور تاریکی موجود رہی۔ روایتی ملکی اور قومی۔ نسلی بنیاد پر ہڑتے بندیاں ہوئیں ایک مستقل اور ناقابل عبور تفرقے پیدا کئے گئے اس طرح دنیا کا امن خطرے میں پڑ گیا۔ وحدت کی امن پسند تباہ کی گئی۔ اور ذہنی غلامی نے جگہ پا کر انسان کو سچائی سے ہٹایا۔

یہ حقیقت ہے کہ جب تک انسان اپنی زندگی کے اصل مقصد کو حاصل نہیں کرتا تب تک اسے پائیدار تسلیکیں حاصل نہیں اور خوشی کسی طرح نہیں مل سکتی ایسی صورت میں لازمی ہے کہ دنیا کا امن بر باد ہو گا اور دنیا سکون حاصل نہ کر سکے گی۔ ہر ایک شخص کی زندگی کی قیمت و عظمت اس کے

مقصد سے واضح ہوتی ہے جس کے لئے وہ جیتا ہے کہنے کی خاطر جینے والے کی زندگی اس زندگی پر فوقيت رکھتی ہے۔ جو فرد شخصی حفاظت اور راحت کے لئے بسر کی جائے۔ اسی طرح قوم کے لئے جینے والے صرف اپنے کہنے کی خاطر جینے والے پر اشرف و امتیاز رکھتے ہیں اور کل نوع انسانی کی بہتری میں مصروف زندگی صرف اپنی قوم ملک کی بھلائی میں مشغول زندگی پر بلا شبہ فضیلت رکھتی ہے۔ اور ان سب میں بہتر زندگی یہ ہیکہ جو اللہ اور اللہ والوں کے لئے ہے اور یہی اصل زندگی تھی اور یہی اصول تھا۔ اس میں دنیا سکون حاصل کرتی تھی یاد رکھو کہ جب بھی ذاتیات انسان کے درمیان میں آئیں دنیا کا امن بر باد ہوا۔ ایسی صورت میں جبکہ دنیا عقل سليم کا جائز استعمال نہ کر سکی اور اس کو مادیات میں صرف کر کے صانع کائنات اور خالق موجودات کی ہستی سے رو گردانی کی گئی۔ اور روحانیات کو داغدار بنا کر تباہی خرید لی اس کا لازمی نتیجہ اطمینان و امن کا خاتمه تھا۔

انبیاء علیہم السلام انہی حالات میں تشریف لائے مذہب کی ضرورت ان ہی صورتوں میں لاحق ہوئی۔ انہوں نے صلح و امن۔ سچائی۔ نیکی کا پیام۔

دنیا کو ایک توحید خالص کے ساتھ اس آدم کی خودی کو بلند کیا یہ خدائے روف و کریم کا احسان و کرم تھا کہ اس نے کفر و طغیان اور مادہ پرستی اور تاریکی میں امنڈے ہوئے سیلا ب کو مسدود کرنے کے لئے ارواح طیبہ اور نفوسِ قدسیہ کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ گمراہوں اور سرکشوں کو ان کے ظلم اور بُرا نیوں سے متنبہہ فرمائیں اور ان کو بتائیں کہ وہ اپنی عقل سلیم سے کس طرح غلط اور ناجائز فائدہ حاصل کر رہے ہیں یہ خداوند تعالیٰ کی مہربانی تھی کہ اس نے عقل انسانی پر اپنے محاسبہ کی بنیاد و قائم نہیں فرمائی ورنہ اندر یہ شہادت کہ بجز پا کیزہ نفوس کے کسی کو نجات یا ابدی نجات کی راہ ملتی۔

انبیاء علیہم السلام کے مسلسل تبلیغ - محنت - کاوش اور روک تھام کے باوجود لوگ غور و حل کے لئے تیار نہ ہوئے غلط راستے پر نہ صرف اعتناد اور بھروسہ کیا ہے بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی کو اپنا ذاتی شعار بنا کر نوع انسانی کے شرف و امتیاز کو زائل کرنے کی کوشش کی اور صحیح راستہ بتانے والوں کے خلاف روحانی اور جسمانی تکالیف کا سامان مہیا کرنے پر تمام عقل خرچ کر دی اور خدائے قدوس کی الوہیت اور توحید خود بنائی۔ اور اس میدان

کفر میں خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کو موہر بالذات مان کر ان کی پُجہ جامیں مشغول ہو گئے۔ جب انبیاء کی موجودگی میں ان نگہ انسانیت انسان نے عقل کی قیمتی دولت کو اس بیدردی کے ساتھ بر باد کر دیا۔ تو تم ہی غور کرو کہ پھر ان کی عدم موجودگی میں بد نصیب انسان کیا نہ کرتے۔ اسی بنا پر ہر زمانہ کے نبی نے اپنی اپنی قوم کی نبض شناسی کرتے ہوئے اس قوم کے ہتھیاروں کے بیکار کرنے کی کوشش ثابت کی ہے اور اپنی قوم کو بتایا کہ جن چیزوں سے تم شرک کی مصیبت میں بٹلا ہو، ہی چیزیں تم کو ہدایت اور توحید خالص کا سبب دیتے ہوئے نجات اور صراطِ مستقیم کی راہ پر فائز المرام کر کے اس بلند مقام پر پہنچا سکتی ہے جو کہ انسانیت کے لئے صحیح معنوں میں معراجِ کمال ہے۔

ضرورت ہے کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشن اور ان کی تعلیم کو لوگوں کی ہدایت اور تعلیم کے لئے پیش کر دیں تاکہ آپ موجودہ دور کے آئینے میں گذشتہ چہروں کو بے نقاب دیکھ سکیں اور اس طرح سے آپ پر یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ مذہب نے دنیا میں کیا انقلاب پیدا کیا۔ اور اس کے

دُورس نتائج نے تمَّرد و سرکشی بغض و حسد۔ خود پرستی اور خودنمایی کے پنچ سے کس طرح نجات دی۔

ہمیشہ یاد رکھو۔ کہ وہ اشخاص جو کہ ان امراض میں بنتا ہو جاتے ہیں وہ دارین کی سعادت سے ابد الآباد تک محروم ہو جاتے ہیں۔

### بائبل کی تہذیب اور مادہ پرستی کا عروج

بائبل کے قدیم ہندو رات آج بھی تہذیب سابق کی عظمت اور اس کی سر بلندی کا اظہار کر رہے ہیں دُنیا حیران ہے بہت سی مقتدر شخصیتیں آثار قدیمہ اس امر پر متفق ہیں کہ بائبل کی تہذیب اپنی ترقیات اور مادی ذارائع اور وسائل کو لئے ہوئے اس بلندی اور عظمت کے ساتھ رواج پذیر تھی جو کسی ہر حال آئینہ موجودہ دور تہذیب کی ترقیات سے کم نہیں۔

مادی طاقتیں کو تحفظ اور سلطنت کے بقاء اور اس کے نظم کے لئے جن اشیاء کی ضرورت ہے وہ تمام اس دور میں فراہم تھے اس زمانہ میں سحر و جادو اپنے کمال پر پہنچا ہوا تھا۔ علم نجوم اور فراست کے ماہر کافی تعداد میں فراہم تھے غرض یوں کہ اس دور میں وہ سب کچھ تھا جو ایک دنیوی طاقت کے

پاس ہوا کرتا ہے۔ اس زمانہ میں یہی چیزیں بنوائی ہیں چاہے عنوان اس کا کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ یورپ کے پاس آجکل جو کچھ ہے وہ سب ان کے پاس فراہم تھا۔

بابل کی نمرود پرست قوم کے پاس عالیشان محل تھے فوج تھی اور خزانے میں لا تعداد روپیہ تھا۔ سی۔ آئی۔ ڈی پولیس اور عدالتیں باقاعدہ جاری تھیں اور جیل خانہ کا بھی انتظام تھا۔ ہر ایک محکمہ باصلاحیت موجود تھا۔ اگر یکٹیو کنسل کے وفادار موجود تھے۔ علوم نجوم کافی سے زیادہ تھا جس کے ذریعے برسوں پہلے انتظام ہو جانا معمولی بات تھی سزا کے طریقے نہایت سخت تھے علاوہ ازین امر اوزرا کے لئے عیش و عشرت کا کافی اہتمام اور وہ تمام لوازم موجود تھے جو ایک ماڈہ پرست قوم کے لئے ضروری ہیں۔ غرضکے یہ تمام کچھ تھا۔ لیکن اتنی عظیم الشان تہذیب میں خدا کی پرستش کا چرچا مطلق نہ تھا۔ اور فطرت سیلم اس راہ سے گم راہ تھی۔ عقلًا کے ذہن خالق کو سمجھنے سے بالکل عاری تھے اجسام غلویہ اور اجرام فلکی کو موثر بالذات سمجھ لیا گیا تھا۔ عبات کے لئے ستارے۔ چاند۔ سورج اور دیگر مصنوعات وغیرہ منتخب شدہ مقرر

تھے۔ بادشاہ کی ہستی اُن کی کائنات کے لئے کافی شافی تھی وہ بادشاہ پرستی میں اس قدر رفتائی تھے کہ وہ کسی طرح اپنی عقل سے خدا کے متعلق غور نہ کر سکتے تھے۔ ان کی عقل مادہ پرستی کے لئے وقف ہو چکی تھی۔ وہ تمام علوم کے کتبہ سے باخبر تھے لیکن اُن کے ذہن و دماغ میں کسی طرح خدا کی توحید اور اس کی رو بیت نہ آسکتی تھی۔ وہ غافل تھے خدا پرستی سے۔ اور انبیاء کی تعلیم سے باکل عاری ہو چکے تھے۔

عیش و عشرت کی پینگیں تھیں اور وہ تھے ان کے ذہن و دماغ میں یہ نہیں تھا کہ ہم کو مرننا بھی ہے۔ بلکہ یہ گمان تھا کہ ہم حیاتِ ابدی لے کر یہاں آئے ہیں اور یہ اُن کا قول تھا۔ کہ اب تو آرام سے گذرتی ہے۔ عاقبت کی خبر خدا چانے! بہر حال! آہستہ آہستہ رعایا ورغلائی گئی۔ اور زہر یہے عناصر سے اعیانِ مملکت اور مندو بین وارا کیں ود گیر و فادار ان از لی سے متاثر کرنا شروع کیا۔

فطرتِ سلیم پر اس طرح گھلے بندوں ڈاکہ ڈالا جا رہا تھا۔ نمرود کی تصویر پر ایک گھر میں پرستش کے لئے لٹکا دی گئی تھی اور بادشاہ پرستی کا قانون

وضع ہوا اطاعت و پرستش دونوں ہم معنے الفاظ قرار دیئے گئے اور بادشاہ کی پوجا واجب ہی نہیں بلکہ شرط و فداداری قرار پائی۔

اس جبر و استبداد کے خلاف آواز لگانے والے سخت ترین مصیبت میں مبتلا کئے گئے اس طرح رائے عامہ کا خون کیا تھا اور انسان کو انسان کا غلام بے دام بنایا گیا۔ غرضیکہ صاف طور پر یہ کہنا چاہیے کہ کائنات کا نظام زندگی تباہ ہو رہا تھا۔

دنیا کے تمام معاصی ان کی نگاہوں میں قابلِ فخر تھے انسانیت داغدار تھی حرام ان کا شعار تھا۔ اور دنیا کا کوئی گناہ ایسا نہ تھا۔ جوانہوں نے چھوڑ دیا ہو لوگ کفر پر مائل تھے آخرت اور خدا کے منکر تھے یتامی کا مال کھانا۔ ڈاکہ زنی ان کا شیوه تھا۔ ان کے پاس غیرت نہ تھی اور حیانہ شرم۔

بے حیائی انہیں ورشہ میں ملی تھی شراب کو پانی کی طرح سے پیتے تھے زنا کاری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ بہر کیف اس نازک دور میں کوئی ایسا گناہ اور عیاشی نہ تھی جس کو انہوں نے رواج نہ دیا ہو اور عقل سے تمام کائنات چلائی جا رہی تھی۔ اس ناقص عقل نے کن کن خرابیوں میں لوگوں کو ڈالا

سرمایہ دار نے کمزور پر قبضہ کیا لوگوں نے صرف اپنے نفس کے لئے عیش و عشرت کی خاطر لوگوں کے حقوق چھینے۔ ان ہی حالات میں آمادہ فساد ہوئے زمین - زن - زر کے بھگڑے بروئے کا ر آئے۔ ظلم وعدوان کو جگہ ملتی رہی۔

تو ہم پرستی شروع ہوئی۔ جس چیز کو جسامت میں بڑا دیکھا اُسی کا احترام شروع کر دیا۔ جس چیز سے کوئی تکلیف یا فائدہ دیکھا اسی کو سجدہ کرنے لگے۔ اسی طرح پتھر۔ کیڑے اور شیر لمبی۔ بکرا۔ گائے۔ چوہا۔ پودے۔ درخت۔ چاند۔ سورج اور دیگر سیاروں کی پرستش کا آغاز ہوا۔ اور مختلف عجیب و غریب نظریات قائم کئے گئے بھوت۔ پریت اور دیگر ما فوق الفطرت اشیا کے بارے میں تصوّرات قائم کئے گئے۔ ارواح خبیثہ اور دیوتاؤں کی ناراضگی کے خیالات ذہن میں جاگزین ہوئے۔ ان کے اثرات دور کرنے کے لئے مختلف طریقے راجح ہوئے بہر حال! عیش و عشرت کو جگہ ملی اور باطل پرستی لوگوں کے دلوں میں رنج اور بس گئی۔ وہ دور بظاہر ترقی یافتہ اور موجودہ دور کی طرح کھلا پہ فریب کھلا سکتا تھا لیکن

رہر و حقیقت اور متلاشی حق اپنی منزل مقصود سے کوسوں دور ہو چکا تھا۔

دولت اور طاقت۔ حکومت اور شہرت۔ لذّات بیرونی یعنی بت پرستی کے

لئے لوگ جی رہے تھے۔ اور اسی کو اپنا مقصود زندگی سمجھ کر خیالات و اعمال

سے اس کی پوجا کرتے تھے۔ اب گویا اندر وی امن رخصت ہوا لیکن

پاسیدار تسلیم حاصل نہ ہوئی اسی طرح سے دنیا سکون سے محروم ہو گئی۔ مزید

لڑائیاں اور جھگڑے باہمی کھڑے ہو گئے۔ اور قتل و غارتگری شعار ہو گیا۔

اور اس کو روکنے کیلئے آلات ایجاد کئے۔ اس طرح خود اپنی ہی خاطر بدamanی

اور خوف کے سامان پیدا کئے گئے حقیقت یہ ہے کہ بیرونی دنیا صرف جسم کی

پیدائش۔ اسکی پرورش۔ اور انہیں کے لئے کارآمد ہو سکتی ہے لیکن دین اور

روح کی سیری اور عارضی مقاصد کے لئے تسلی بخش نہیں ہو سکتی۔ الغرض

زمیں خون سے سیراب ہوئی۔ معاملہ۔ جھگڑا۔ بعض و عناد، تفرقہ، منافقت۔

جنگ قرار پائے اخلاق و عبادت ختم ہوئے۔ انسان امن اور حقیقی نجات

دائی مسّرت اور پاسیدار تسلیم سے ایک طویل عرصے کے لئے محروم ہو گیا۔

زندگی کا چشمہ، صافی گدلہ ہوا۔ اس طرح سے انسان نے اپنے سامنے

تاریک مستقبل اور امیدوں کی زنجیروں سے جکڑا ہوا ماحول پایا۔

سُر و رِزندگی ختم ہوا۔ اور آزادی قید میں تبدیل ہوئی۔ زندگی کا فوراً

شہنشاہیت نے گلا گھونٹ دیا۔ دماغی سلیٹ میں گمراہی کی لکیریں لکھ دی گئیں۔ اور عقلِ سلیم سے ناجائز فائدے حاصل کئے گئے۔ یہ تمام سامان

مل جُل کر عذابِ خداوندی کا باعث ہو سکتے تھے۔ اور عذابِ الٰہی کو حرکت میں لا سکتے تھے۔ لیکن قدرت کے عام قانون کے موافق رحمتِ حقِ حرکت

میں آئی۔ اور ظالموں کو ایک مهلت اور موقع اور عنایت فرمایا گیا۔ تاکہ کوئی شخص قیامت کے دن اتنی غفلت اور آبائی دین اور اس کی تقلید کا عذر نہ کر سکے ایسی صورت میں نبی کی ضرورت محسوس کی گئی۔ تاکہ بھولے ہوئے سبق

کو از سرِ نوتازہ کر کے دنیا کو منے وحدت سے سرشار کر دیں اور اتمامِ جحث

ہو کر ابدی سکون۔ دائمی امن۔ اکسیروگی روانچ پائیں۔ اس طرح سے کفار

اور مخالفین کو ایک بات بھی کہنے کا موقع نہ رہے اور مادہ پرستی دور ہو کر خدا کا

مشاعر پورا ہو۔

## حضرت سیدنا ابراہیمؑ خلیل اللہ کی پیدائش

نحوی اور کاہن اپنی پوچھی لئے ہوئے بیٹھے تھے۔ وہ پیشگوئیوں سے آئندہ حالات کی خبر دے رہے تھے۔ نمرود کو آنے والے خطرہ سے آگاہ کیا گیا کوئی کسل کا ایک غیر معمولی اجلاس طلب ہوا۔ تدابیر سوچی گئیں۔ خیال یہ تھا۔ کہ ایک بچہ نمرود کی سلطنت اور اُنکے خلاف مادہ پرستی کے تمام لوازمات کو سامنے رکھتے ہوئے اعلانے کلمۃ الحق کو بلند کرے گا۔ اور روحانیت کو واجد یئے کے لئے کوشش ہوگا۔ جس سے مادہ پرستی میں زلزلہ پیدا ہوگا۔ پناچہ حق ظاہر ہوگا۔ اور باطل مٹے گا۔ لوگ ظلم سے نجات دلائے جائیں گے ایوان شاہی میں زلزلہ ہوگا۔ نحویوں نے ایک شب مقرر کی تھی کہ اُس رات کو بچہ حرم مادر میں منتقل ہوگا۔ پس مردوں کو شہر سے باہر کر دیا تھا۔ اور شہر کی فصیل پر معتمدین اور چوکی پھرے بھی مقرر کر دیئے تھے۔ آزر گران (جادو چلانے والے) مقرر ہوئے۔ اس نئے مضنکہ خیز طریقہ سے قدرت کا مقابلہ نمرود لعین بادشاہ نے کیا۔ اور نمرودی ہی خواہوں نے اُس کا ساتھ دیا۔

یہ سب ہی کچھ ہوا۔ لیکن قدرت الہی نے اپنی قوت عملی یہ دکھلائی کہ اس امانت الہی کو ایک شریف خاتون حضرت سارہ میں منتقل کیا اور یہ کاہنوں کی تمام جدوجہدنا کام ہوئی۔ مادہ پرستوں اور نجومیوں اور کاہنوں کو ذلیل ترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس طرح قدرت الہی کا منشا پورا ہو گیا۔ اب حاملہ عورتوں کا کام شروع ہوا۔ جس قدر بچے جنے گئے۔ اس شبِ قتل میں نہ معلوم کتنے نوزائیدہ بچے قتل کئے گئے۔ اور نہیں معلوم کتنی تھی معصوم بچوں کی جانیں موت کے گھاٹ اتار دی گئیں۔ اس طرح سے سفا کی، اقتدار پسندی اور شاہ پرستی کا مظاہرہ کیا گیا۔ آزر یا تاریخ کی بیوی اپنی امانت کو چھپاتی پھریں۔ باپ بچے کی محبت میں اس کے لئے راضی ہو گیا۔ کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو اُس کے سن بلوغ تک پہنچنے کی حفاظت کی جائے گی اور معاملہ نمرودی حکومت سے پوشیدہ رکھا جائے گا۔ اور بابل کے ایک غار میں اس امانت کو سپرِ خدا کہہ کر سبکدوٹی حاصل کی گئی۔ اس طرح نجومیوں نے دوسری شکست کھائی ماذہ پرستوں نے سر پیٹ لیا۔ ”حق جب آیا اور باطل تباہ ہوا۔“ کے نعروں سے گونج اٹھے۔ نجومیوں اور کاہنوں نے جمع ہو کر نمرود

کے دربار میں بھری مجلس میں بنا نگ دہل کہا۔ کہ جس بچہ کی تلاش میں ہزاروں خون کئے گئے اور ہزاروں گھر بر باد ہوئے ہزاروں عورتوں کی گود میں خالی کرائی گئیں وہ بچہ پیدا ہو چکا ہے۔ بحمد اللہ! تندرست ہے اور آپ ہی کے معتمد علیہ کے پاس ہے۔ بادشاہ سلامت اگر ملک کو بچانا ہے اور اگر اپنی خدائی کا تحفظ موجود ہے تو اس بچے کو زندہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہمارا فرض تھا۔ کہ ہم حضور پر اس معاملہ کو ظاہر کر دیں پھر حضور جو جی چاہیں کریں۔

جب معاملہ عوام کے سامنے آیا تو سب کی سُٹی گم ہو گئی اور وہ دم بخود ہو گئے۔ آزر یا تاز خ نمروڈ کی نگاہ میں سر بلندی حاصل کئے ہوئے تھے کسی کی جرات نہ ہوئی کہ وہ آزر سے کچھ پوچھ سکتے۔

بہر کیف! حضرت سید نابراہیم علیہ السلام کی پروردش ہوئی لوگوں کو پہچاننا شروع کیا۔ اس کے بعد دنیا کی رنگینیاں سامنے آئیں اور اس طرح کائنات کی سیر کی جانے لگی۔ چند اماموں اور ستاروں کو سلام کرائے جاتے تھے لیکن وہ موافق جس کو آئندہ دنیا کا امام اور مقتدہ ابنا یا جانے والا تھا۔ وہ سلام

تور ہادر کنار۔ وہ ان سیار گان کے سامنے سر نیاز خم کرنے کے لئے تیار نہ ہوا۔

اب وہ پروان چڑھنے لگے جب اور ذرا دن گذرے تو صلاحیت

پیدا ہوئی تو انہوں نے اپنے ماں باپ سے ہی سوالات کرنے شروع کئے  
کبھی بُتوں کے متعلق گفتگو ہونے لگی کبھی دنیا کے پیدا کرنے والے کو معلوم

کیا جانے لگا۔ کبھی ستاروں کے متعلق بحث ہوئی۔ اور کبھی چاند۔ سورج۔

آسمان وغیرہ کے متعلق دریافت کیا جاتا۔ ماں باپ تسلی بخش جواب نہ

دیتے تھے بلکہ جواباً غرور پرستی کا مظاہرہ کرتے اور اس کی وفاداری میں

اُسے رب! اور اجرامِ فلکی کو وہ موئش بالذات ظاہر کرتے کبھی اس قسم کے

سوالات سختی سے روک دیئے جاتے۔ جب باپ محبت سے حضرت سیدنا

ابراهیم علیہ السلام کو گود میں لیتے تو آپ پوچھتے۔ ابا جان! جب بادشاہ ہم

جیسا انسان ہے تو اُس کو اپنی زندگی کی بقا کیلئے کسی حقیقت کی ضرورت کیوں

نہیں ہے کبھی کہتے آسمان کے ستارے اور چاند اگر شے میں موئش نہیں تو آخر

یا اثر انہیں کیوں رکھا ہے؟ اور کس نے رکھا ہے؟

جب کبھی آزر یا تاریخ عاجز آ جاتا تو فرماتے چلئے نا۔ نمرود کے پاس

چلیں جو اپنے کو خدا کہہ رہا ہے شاید وہ غالباً مجھے مطمئن کر سکے۔ غرض کے غرور کی ضروریات زندگی۔ اور اس کے کھانے اور پینے اور دیگر معاملات پر پھر وہ مباحثہ ہونا۔ حضرت سید نا ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امی باوا۔ جو خود محتاج ہوا اور امدادِ غیر کا طالب ہو وہ بھلا ہمارا خدا کیسے ہو سکتا ہے۔

**المختصر:** رات اور دن ذات حق کی تلاش میں گذر جائے گھنٹوں اور پھر وہ لوگوں سے مباحثہ کرتے اور مناظرے میں سرگرم رہتے تھے لیکن۔

واہ رے شانِ جو یائی آپ کی خداداد فطرتِ سلیم کسی انسان یا چیز کو خدا تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ ہوئی۔ ماں باپ نے پیارے بیٹے کو ہر طریقے سے مطمئن کرنا چاہا۔ اور لوگوں نے بھی دلائل و تماشیں باطلہ سے کافی سمجھانے کی کوشش کی لیکن باطل دلائل بالآخر باطل ہی رہے۔ حق پرست فرزندِ ارجمند کب اس کا قائل ہو سکتا تھا۔ وہ شخص جو ہزار ہابرس سے بت پرستی میں محو غافل تھا۔ ایک حق پرست پر غالب نہ آسکا اور وہ فرزندِ سعادتمند لاکھوں اور کروڑوں میں اعلائے کلمۃ الحق دوہرانے والا بھلا باطل کو کیونکر تسلیم کر سکتا تھا۔ اب پوری قوم جب آپ کو مطمئن نہ کر سکی تو حضرت نے خود دنیا کی مختلف

چیزوں پر غور خوض کرنا شروع کیا۔ تمام رات بیداری میں گذر جاتی لیکن آرام کھاں۔ پروانہ ہوتی حق بحق دار رسد۔ اب قدرت کی جانب سے رہنمائی شروع ہوئی۔

یاد رکھو:- تلاش کرنے والے پاتے ہیں صحیح قدم اٹھانے والے کامیاب رہتے ہیں۔ جو یاں اور متلاشی کی امداد کی جاتی ہے۔ اور عقل کو صحیح طور پر کام لانے والے تو حیدا اور حق کو پہچانتے ہیں۔

غور و جستجو میں رات دن گذرتے رہے جو یاں حق نے حق کو پالیا  
قلب مطمئن ہوا جس کیلئے آپ عرصہ سے بے چین تھے اب وہ شے مل گئی۔  
والد کے دوستوں سے گفتگو شروع ہوئی۔ انہیں ہدایت کے لئے جمع کیا  
گیا۔ ان کے رو بروئے یہی معاملہ رکھا گیا۔ آپ نے انہی کے دلائل سے  
شکست دی۔

تغیراتِ اشیاء کا حدوث ثابت کرنے کے لئے دنیا کے پیدا کرنے  
والے اور آسمان و زمین کے بنانے والے کے لئے جو دلائل و برہان پیش  
کئے تو لوگ انگشت بدندال رہ گئے لوگوں نے بالاتفاق پکارا۔ کہ ہم اس

روشن ستارے کو خدامان لیتے ہیں کہیے ابراہیم! آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا چلو یہ بھی سہی میں اس کورب مان لیتا ہوں۔ بعدہ چاند اور سورج کو دیکھا اور وہ ہی دلیل رب مان لینے کی دی۔ آپ طلوع سے شلگفتہ خاطر ہوئے لیکن غروب نے پڑھ مردہ بنایا اور کھلوایا کہ جو چیز طلوع کے ساتھ غروب ہو جائے وہ کتنی ہی تابناک اور ضیاء پاش کیوں نہ ہو دیکھو وہ خدا کیونکر ہو سکتی ہے۔ فنا اور زوال پذیر اور غروب ہونے والی چیز نامکمل و مستعار ہے۔ خدا کھلانے کا حقدار نہیں ہو سکتی۔ درجہ بدرجہ ستارے سے مناظرہ شروع کیا۔ ستارے سے زیادہ چمکدار آپ کو چاند نظر آیا۔ چاند کے بعد آفتاب کا طلوع۔ اس میں سب سے زیادہ روشنی اور چمک تھی عام طور پر لوگوں کا خیال یہ تھا کہ غالباً آفتاب، ہی حضرت ابراہیم کو مطمئن کر سکے گا۔

مگر شام سے پہلے آفتاب کی حالت بگڑنی شروع ہوئی۔ وہی غروب سامنے تھا آخر حضرت ابراہیم نے ان کے تمام معبودوں کے شکست دینے کے بعد نہایت تفاخر کے ساتھ اعلان کیا کہ اے قوم! میں شرک سے بری ہوں۔ اب کھلے بندوں معبودِ حقیقی کی تبلیغ شروع ہوئی۔ اور کہا کہ میرا تعلق تو

اسی ذات پاک سے ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ میں شرک والوں کا ساتھی نہیں ہوں۔

اب حضرت ابراہیم علیہ التمیہ و استیلم پر وہ وقت آیا جو کہ ہر بی پ آزمائش کے لئے آیا کرتا ہے۔ ایک حق پرست جب نبرد آزمائی کیلئے سینہ سپر ہو کر میدان بلا غلت میں نکلتا ہے تو اُس کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں بہت مشکلات پیدا کی جاتی ہیں اور جدال و قتال کے لئے لوگ تیار ہوتے ہیں۔ جنگوں کی تیاریاں ہوتی ہیں۔ الغرض حضرت ابراہیم کے لئے بھی یہ تمام حرکات شروع ہوئیں۔ جو عام طور پر طاقت والا کمزوروں کے لئے کیا کرتا ہے نمروڈ نے اپنی مادی طاقت سے ڈرایا تھا۔ کبھی اسے معبدوں باطل سے خوف دلانے کی ناکام سعی کی گئی جتنی سختی قوم کی طرف سے ہونی تھی اُس میں سرِ مُفرق نہ رکھا گیا بجائے کامیابی کے قوم ناکام رہی اور خدا کی محبت زیادہ زور پکڑتی رہی۔ اب کھلے بندوں یہ اعلان کیا گیا۔

تمہارے معبودوں سے مجھے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے تم تو خدا سے

ڈرتے نہیں اور بلا حیل و جحت و دلیل شرک فی التوحید کر رہے ہو۔ خدارا تم  
ہی بتاؤ۔ کہ خدا کا پچاری اعلیٰ ہے یا بتوں کا؟ کیا خدا کا پچاری مامون ہے یا  
نہیں؟ یا بت پرست زیادہ مطمئن ہیں؟ اگر تم مطمئن ہوتے تو یہاں نہ آتے  
تمہیں بتوں کی تباہی یہاں لا رہی ہے۔ آپ کے اس جواب سے اضمام  
پرست دنیا تھر را اٹھی۔ مندرجہ بالا جواب نے آپ کی شانِ خدا شناسی  
اولوا العزمی کو چمکایا اور بے خوفی کے مظاہرہ کا ثبوت دیا۔ پوری قوم خاموش  
تھی۔ اور اس کو حضرت ابراہیم کی ہدایت تھی کہ تمام کائنات کا ہر ذرہ ذرہ  
خداوند قدوس کی ہستی اور اُس کی وحدانیت کے لئے ایک مستقل دلیل ہے  
بشر طیکہ کوئی بندہ صحیح تلاش میں سرگرم عمل ہو جائے حضرت ابراہیم علیہ السلام  
کی تعلیم تھی کہ کسی طاغوتی طاقت کے سامنے نہ جھکو اور اگر کوئی وقت بھی آجائے  
تو صداقت کو ہاتھ سے نہ دو۔ کسی سے نہ ڈرو۔ اور سچی بات کہنے میں کبھی  
گریز نہ کرو۔

## حقيقی ملت کا پیام اور بین الاقوامی تحریک کی ابتداء

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت تمام روئے زمین کے انسانوں کے لئے تھی حضرت کے دین کی اصلی روح یہ تھی۔

(۱) کسی شخص کی کسی جماعت پر بادشاہی نہ ہو۔

(۲) کوئی چیز بھی مخلوقات میں خدا نہیں بن سکتی۔ یہی عقیدہ تو حید کہلاتا ہے کوئی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے جیسے انسان کی حکومت برداشت کرے اس سے دھوکہ کھا جائے۔ یا کسی کا دست نگر ہے۔ بلکہ ہر شخص ایسی بات کو پسند کرتا ہے جس میں مشورہ شامل ہو اور اُس میں اُسے بھی شامل کیا جائے۔ اور یہی جمہوریت کی اصل روح ہے۔

اس کے علاوہ انسان اس منزل سے گذر کر یہ چاہتا ہے کہ اُس کو دائی سکون اور روحی آرام ملے تو اس سلسلہ میں وہ ماڈی دنیا سے پچ کر تعلق بالله قائم کرتا ہے۔ جو اس کے روحانی اور جسمانی سکون کا باعث ہوتا ہے۔ انسانی دنیا کی شدید ترین زندگی صحیح فلسفہ زندگی ہے۔ وحدت کاملہ تک رسائی کے بغیر کوئی فلسفہ مکمل نہیں ہو سکتا۔ وحدت کے بعد تمام سوالات اور شکوک

ختم ہو جاتے ہیں۔ زندگی۔ اطمینان۔ سکون۔ خوبصورتی اور سکون اور خوشی  
 میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ روشنی تمام زمین اور مکان کے لئے ہے۔ جو تھی  
 تحقیق، مسلسل عمل اور بندگانِ خدا کی خدمت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی  
 حقیقی ملت کی روح ہے جو درحقیقت کل افراد اور اقوام انسانی کو متعدد کر سکتی  
 ہے۔ اگر انسانی دنیا نور وحدت سے منور ہو جائے تو بجائے مقابلہ کے  
 مشترکہ بہتری کے لئے لوگ جمع ہو کر شانہ بشانہ ملکر کام کریں۔ توحید تھی  
 جس نے زندگی کی تکمیل اور اُس کی صحیح بصیرت سے انسان کو آگاہ کیا یہی  
 عقیدہ تھا جس نے فلسفہ زندگی کی قدر و قیمت بتلائی اُس نے زندگی کو  
 دلیری کے ساتھ مقابلہ کرنے کا اصول بتایا اور مشکلات میں بھاگنے کی  
 بجائے ان کا صحیح حل دریافت کرنے میں سرگرم رہنا سکھایا۔ ایسے لوگ  
 جب مئے وحدت سے سرشار ہوتے ہیں تو انہیں زندگی بے بہانعت اور  
 برکت معلوم ہوتی ہے۔ وہ اسے خدا کی اطاعت اور عبادت اور مخلوق کی  
 خدمت سے سرفراز کرتے ہیں وہ اسے بہتر اور خوشنتر بنانے کے لئے مسائی  
 ہوتے ہیں وہ خطرات سے ڈرتے ہیں اور یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھتے

ہیں۔ کہ

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا مونج حوادث سے!

اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے !!

وہ معاشرے سے نفرت نہیں کرتے وہ جمود کو ختم کرتے ہوئے سراپا

حرکت معلوم ہوتے ہیں وہ زندگی میں اس نظریہ کے قابل ہوتے ہیں کہ

بیشک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہمیں لوٹ کر اُسی کی طرف جانا ہے۔ ان

کی زندگی خدا کے لئے اور موت خدا کے لئے ہوتی ہے وہ اطاعت الہی

کے لئے سرمست ہوتے ہیں اور رضاۓ الہی میں محو۔ وہ سراپا عجز و انساری

ہوتے ہیں وہ خلق عظیم کا نمونہ ہوتے ہیں۔ وہ شرف و امتیاز کا مجسمہ نظر آتے

ہیں اور یہی ہیں جن کو اللہ کی تربیت یافتہ اور ہدایت حاصل کردہ فوج کہا

گیا ہے۔

ابراهیمی تحریک کا مقصد انسانی نوع کو ان کی فطرت کے مطابق کمال

تک پہنچادیتا تھا۔ حضرت کی تحریک میں معاشی اور ذہنی دونوں ترقیاں شامل

ہیں اسی لئے ابراهیمی تحریک بین الاقوامی تحریک ہے۔

## حضرت ابرہیمؐ کی دعا اور بین الاقوامی تحریک کی تبلیغ

ہم اُوپر بتا آئے ہیں کہ حضرت ابراہیمؐ کی دعوت تمام عالم انسانیت کے لئے تھی لیکن وہ دعوت آپ کی حیات طیبہ میں عالم انسانیت کے لئے زیبا تھی اس لئے ضروری تھا کہ اس دعوت کو دعوتِ عام کہا جائے اور تمام عالم کو اس جامِ توحید سے مسرت کیا جائے جس سے تمام کائنات جگہ گاؤٹھے۔

آپ کی حیات طیبہ میں یہ دعوت پوری دنیا میں نہ پہنچ سکی تھی اس کے لئے آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرماجو میری وفات کے بعد یہ اعلاء کلمۃ الحق پوری دنیا میں نشر کر سکے اور یہ دعوت جملہ اقسام انسانیت کے کانوں تک پہنچا سکے۔ لہذا خلوصِ دل سے نکلی ہوئی دعا عرشِ علیٰ تک پہنچی اور بابِ اجابت کھل گیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دو فرزند ارجمند حضرت اسماعیلؑ و سلطنتؑ عطا فرمائے۔ آپ نے ان کے لئے دو مرکز تجویز فرمائے۔ چناچہ حضرت سلطنتؑ کے لئے بیت المقدس اور حضرت اسماعیلؑ مکہ المکرّہ جہاں دو مسجدیں تعمیر ہوئیں جو حضرت ابراہیمؐ کے

فکر و عمل کے مرکز قرار پائے اور پھر جو بھی ہم پر پیغمبر پیدا ہوا اس نے حضرت ابراہیم کے اسوہ حسنہ پر عمل کیا۔ اور اسی دین ابراہیم کی تبلیغ کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی تبلیغ میں انہک کوشش کی کہ بنی اسرائیل کو مصر سے لے جا کر بیت المقدس میں آباد کیا جائے اور طریقہ فکرِ ابراہیم کو حضرت الحلقؑ کے طریقے پر زندہ کیا جائے۔ اور اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے ایک ادارہ قائم کریں۔ ابھی وہ اس سلسلہ کے تکمیل و ترویج میں کوشش تھے۔ ابھی تمباں پروان چڑھی کہ پیامِ جل آپہنچا پھر اس کے بعد کوئی باہمت اور بلند انسان ایسا نہ ہوا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چھوڑے ہوئے کام کو مکمل کر سکتا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے ارادہ فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چھوڑے ہوئے کام کو عام کریں وہ قوموں کیلئے رہنماء اور کاموں کے نتائج کی خبر دینے والے منزربنے اور موئید بروح القدس ہو کر کام شروع کیا اور اپنی ان تھک کوششوں اور پیغم نشر و اشاعت کی کوششوں سے قوم کو اندھیرے

راستے سے نکال کر معارج ترقی پر لاکھڑا کیا اور یہ کوشش جاری رکھی لیکن قوم نے اپنے محسنِ اعظم کی یہ قدر کی کہ یہود نے آپ کی دعوت کو قبل نہیں کیا۔ اس کے بعد بدرجہ مجبوری حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ایک تبلیغ جماعت مرتب کی اور ٹھوس طریقے پر کام کیا تاکہ یہ جماعت حضرت مددوح کی دعوت کو جو کہ فکر ابراہیمی کا نتیجہ تھی تمام اقوام کے کانوں تک پہنچاتی رہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغی جماعت نے مشرقی روی سلطنت کو اپنی سعئی جمیلہ سے پروان چڑھایا۔

یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دیکھادیکھی اس جماعت کے مددِ مقابل دوسری جماعت بنائی اور ایک ادارہ مخالفانہ طور پر قائم کیا۔ لیکن یہاں دین میں حضرت موسے علیہ السلام کے بعد بہت سی خلاف شرع تنزیلی صورتیں اور ذاتیات بروئے کا رلا کر اصلی احکام خداوندی کے بجائے نقلی مسودات کو جگہ دی گئی اور بہت حد تک دین ابراہیمی کو مسخ کر کے تبدیل کر دیا گیا تھا۔ یہ ادارہ ان ہی کی یہودیت سے متعلق تھا اور ان کو دوسرے انسانوں پر تربیت دینے سے کوئی سروکار نہ تھا ان کا مقصد یہ تھا

کہ وہ تبدیل شدہ فکر و عمل ابراہیمی پر چلا سلیں گے مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوئے۔ اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ادراکیہ سنت یا آپکی تجدید شدہ فکر ابراہیمی کو جواب میں پیش بھی کرتا تو یہ مخالفین جماعت اُس کی مخالفت میں سرگرم کارہوتے اور اپنے کذب و اقراء سے کام لیتے اور اس کی تباہی میں کوئی کوتاہی نہ کرتے یہاں تک کہ اُس کے قتل کے درپے ہو جاتے اور اُسے اپنا دشمن سمجھتے ہوئے طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودی قوم کے رہنماؤں کو تجدید شدہ دین ابراہیمی کی دعوت فلکر دی تھی۔ اب ابراہیمی اصول پر چلنے والے لوگ اس دورِ غلط روی میں دو گروں میں منقسم ہو کر دو راستوں پر گامزن ہو گئے۔

یہودی جنہوں نے دعوت ابراہیمی کو حرف بحروف مسخ کر کے تبدیل کر دیا تھا اور اس دعوت کو اپنے اصول کے مطابق صرف بنی اسرائیل کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ نیز دوسرے یہودی جنہوں نے ابراہیمی دعوت کو دوسری اقوام تک پہنچایا تھا۔ لیکن سالہا سال کے بعد عیسائیوں نے بھی یہودیوں کے طریقہ عمل پر اچھے اچھے نتیجہ و فکر عمل میں ترمیم کی اور دین

ابراہیم سے انحراف کیا اور اس کی اصلی روح کو داغدار بنایا۔ اس طرح سے تبلیغِ دینِ الٰہی نسل - قوم - وطن - مصلحت - سرمایہ داری کے طریقہ پر دی لہذا آپ خود ہی خیال فرماسکتے ہیں کہ اس تبلیغِ دینِ الٰہی میں کیا ترقی ہو سکتی تھی اور اس تبلیغ سے جو بھی خراب نتائج پیدا ہونگے وہ ظاہر ہیں۔

پھر ایسی صورت میں ضرورت ہوئی کہ خدا کی توحیدِ الٰہی انسانیت کی خدمت اور صحیح رہنمائی کے لئے ایک ایسی ہستی کو بھیجتی جو سینہ سپر نڈر ہو کر گھلام کھلاف کرا بر اہیم کو عام کرتا ہو ادنیا کا محسنِ اعظم کہلا سکے۔

### محسنِ اعظم کی بعثت کے وقت دُنیا کی حالت

خداوند قدوس جل وعلا نے حضرت ابراہیم سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ ان کی اولاد میں سے ایک نبی پیدا ہوگا جو ان کے پیغام نتیجہ فکر و عمل کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچائے گا اسی لئے حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل کو ایسی جگہ پر بسا یا جو غیر آباد اور بخربز میں تھی۔ اس میں یہ مصلحت تھی۔ کہ ان کی اولاد میں وطن کی محبت نہ پیدا ہو وطنیت سے زیادہ تعمیر انسانیت کا خیال

لازمی ہو۔

اسی طرح سے عرب کا صحراء تمن سے بھی کو سوں دور تھا یہ ہمیشہ  
یاد رکھیئے کہ یہ متمن ممالک کبھی دوسرے تمدن کو برداشت کرنے کے لئے  
کبھی تیار نہیں ہوئے نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمدنی مقابلہ ہو کر بہترین تمدن  
سامنے آجائے ایسی صورت پیدا ہو جانے سے دوسرے تمدن کو ترقی ہوتی  
ہے۔ اس طرح سے دوسری جگہوں کی برا بیاں چھٹ کر اچھائیاں منظر عام  
پر آتی ہیں اور ایک بہترین تمدن کا باعث ہوتی ہیں۔

کائنات کے انسان روحانی امراض میں مبتلا تھے وہ کفر و معصیت  
کے چکر میں پریشان اور ظلمت کے انذہیرے سے مجبور تھے روحانی مصلح  
یکے بعد دیگر بے آنے رہے لیکن مریضِ معصیت کسی طرح سننجلنے میں نہیں  
آیا برسوں کی محنت میں انبیا اور چند اور افراد کو غسل صحیت سے سرفراز کیا۔  
حضرت کلیم اللہ کی قوم دریا کے پار ہوتے ہی بد پر ہیزی کے لئے تیار ہو گئی  
اس طرح سے یہ بعثت بہت سے معاونین سے محروم آلات و الدین  
ہو گئی۔ اور دین الہی پر چلنے سے گمراہی اختیار کی۔

چونکہ یہ اصول زندگی ہے کہ جب اطباء علاج سے عاجز آ جاتے ہیں تو پھر ضرورت ہوتی ہے کہ کسی طبیب حاذق کو بلا یا جائے۔ تاکہ اس مریض کے مرض کی تشخیص اور تجویز مکمل ہو سکے اپنے اپنے زمانہ میں ہر نبی حیات طبیبہ کا ایک کامل مجسمہ اور بہترین نمونہ بن کر آتا ہے۔ اپنے خدا کے گمراہ بندوں کو پکار پکار کر اور لکار لکار کر کہتا ہے کہ ”اے لوگو! مجھے باری تعالیٰ نے ان اوصاف اور اخلاق پر پیدا کیا ہے جو اس کے نزدیک بہترین اور پسندیدہ ہے آؤ تمہارا مبدأ و منتها ایک ہی ہے تمہاری آمد و رفت نظام قدرت کے ماتحت ہے تم چند دن کے لئے اس عالم میں بھیجے گئے ہو اس لئے تمہارے ظرف کو دیکھا جانا مقصود ہے کہ تم مادی دنیا میں رہ کر کہاں تک حقیقت آشنا رہتے ہو۔

کوئی زمانہ اور کوئی صدی ایسی نہ ہوگی جس میں ہادیانِ برحق تشریف نہ لائے ہوں گے۔ اور خداوند پاک کا پیام بندوں کو نہ ملا ہو۔ وقت ضرورت اور حالات کے اقتضاء اُن کے شرائع و قیود میں اگر تھوڑا سا تفاوت ہو تو ہو لیکن اصول تمام انبیاء کا ایک ہی رہا ہے وہ اصولِ توحید کے حامی تھے ان

سب کا کام ایک ہی تھا۔ روحانی اصلاح کے لئے پوری قوت اور مستعدی کے ساتھ کام انجام دینا تھا۔

سعادتمند اشخاص اس لازوال نعمت سے مالا مال ہوتے تھے اور متاع ایمانی سے اپنی گود بھر کر کی دولت اور برکت سے سرفراز ہوتے۔

بدبخت ہمیشہ سرکشی اور نافرمانی میں مست رہتے اور اپنی جاہلانہ حرکات سے ان اشیا کے مقابلے میں باطل کی فوج لائے خدا کے معصوم بندوں کو تکالیف دیں ان میں بعض حضرات کو شہید کر دیا اور بعض لوگوں کو زخمی سر بازار اپنی بد اخلاقیوں کا مظاہرہ کیا۔ اپنے ساختہ پرداختہ پھروں کے محسموں کی قدر کی اور انہیں پُو جا۔ مادّی زندگی کو اختیار کر کے روحانی زندگی کو قربان کر دیا خانہ ساز صنعت کی قدر کی غرضیکہ کوئی ایسی سرکشی نہ تھی جو کہ ان انبیاء کے مقابلے میں نہ ہوتی گئی ہو یہاں تک کہ حضرت آدم اپنا پیام فرحت التیام دے کر چلے گئے۔ دنیا کی حالت بھی اس زمانہ میں ایسی ہی تھی وحشیانہ حرکتیں عام تھیں کوئی بھی نظام انسانیت اس زمانہ میں باقی نہ رہا تھا عام طور پر دختر کشی جاری تھی ماؤں کے احترام کو بھی لوگ پس پشت ڈال دیتے تھے۔

عقبے اکسی کو خیال نہ تھا۔ پانسہ پھینی کا جاتا تھا۔ جھوٹ بولا جاتا اور بھکاری کو بھیک دینا بھی ناگوار تھا۔ سرمایہ دار کمزور کی تباہی پر ٹنلا ہوا تھا۔ غور فکر کا فقدان تھا۔ تمام نوعِ انسان مظلومیت کا شکار تھی۔ خدا کی توحید داغدار تھی اضمام پرستی بکثرت تھی اور ہام باطلہ کا زور تھا۔ جنگل۔ دریا۔ خشکی۔ تری کی جگہ فساد۔ کشت و خون سے بھر پور ہو چکی تھیں۔ درختوں دیوی اور دیوتاؤں کی پرستش سے عوامِ الناس کی زندگی تباہ ہو چکی تھی۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے پر غالب رہتا تھا اور ایک سرمایہ دار دوسرے سرمایہ دار کو مٹانے کے لئے کوشش رہتا تھا۔ معاشی اصول کوئی نہ تھا۔ انصاف کو بے رحمی سے دفنادیا گیا تھا۔ اس زمانے میں تین طرح کے انسان تھے ایک وہ لوگ تھے جو اگر چہ اہل کتاب تھے لیکن انہوں نے اپنی کتاب آسمانی کو محض اپنی ذہنی رائے و قیاس کے سبب اپنی ذاتی اغراض کو منظر رکھتے ہوئے غلط سلط کر لیا تھا۔ اور اپنی سرمایہ داری سے اُسے تحریف و تبدیل کر دیا تھا اور خدا کے پاک پیام کو ٹھکرایا تھا۔ اور ترمیم و تنسیخ کر کے ایک نئی دنیا بنالی تھی جس میں یہودی و نصاراے اور دوسرے طریقے کے لوگوں میں مجوسی اور آگ کے پوجنے

والے تھے جن کو پارسی یا آتش پرست یا گبر کہتے ہیں جوز رشت کی دس اسرائیلی کتاب کو اپنا مقدار سمجھتے تھے۔ ہندو تھے جن کے پاس وید اور گوتم بده کی نصیحتیں تھیں مزد پر کنفیو شیش کے عقیدے والے چینی تھے۔ یہ لوگ اپنی عقل و فکر سے سوچی ہوئی باتوں پر عامل تھے۔ ان لوگوں نے خدا کو بھلار کھا تھا۔ انسانیت اور عقل کی سلامتی رخصت ہو چکی تھی۔ قوم و وطن اور نسل پر تفاخر عام ہوا۔ ذاتی مفاد کو ترجیح دی گئی اپنے مذہبی معانج بروئے کار آئے۔ جب ہر قوم کا دین جدا گانہ ہو گیا اور ہر قوم نے نئے نئے اور خاص طریقے ایجاد کر لئے۔ اور ان عادات اور طریقوں کو قائم رکھنے کے لئے دوسری قوموں کے ساتھ پہلے تو زبانی طور پر جھگڑے پھر بعد کو اپنے مخالفین پر غالب آنے کے لئے اپنے ہتھیار اٹھا کر ان سے جنگ بھی کی اس ہاتھاپائی سے ان میں ظلم پھیل گیا۔ اور ہر جماعت نے دوسری جماعت پر لعنت ملامت کی اور ایک دوسرے کو بُرا سمجھ کر جنگ برابر جاری رکھی ایسی صورت میں لوگوں سے حق و صداقت بالکل دور ہو گئی تب راہ راست پر چلنے والے نبی برحق کی ضرورت ہوئی جو قوم کو راہ راست پر لاسکے نیز علیحدہ

علیحدہ تمام جماعتوں کو باہم ملا کر ایک جماعت بنائے گا۔ اور ان کے اخلاق کو درست کرے گا اس اصلاح کے بعد ان سے کام لے گا جیسا کہ وہ اپنے اعتقاد سے لیتا ہے اور انہیں مبلغ اسلام کی حیثیت سے لوگوں کو ہدایت کرنے کے لئے جدا جدا ممالک میں روانہ کرے گا اور ان مبلغین کی نشر و اشاعت کے راستے میں روڑے اٹکانے والوں سے جنگ و جدل بھی کرے گا۔ غرضیکہ جب طاغوتی۔ سرکشی اور کجروی۔ تاریکی اور گمراہی۔ مادہ پرستی اور ذرا تپات اپنی انتہا کو پہنچی اور نگ انسانیت کا دور ہو گیا تو ایسی ناگفتہ بہ حالت میں رب العالمین کا دریائے رحمت جوش میں آیا۔ یعنی اس ظلمت کدھ میں تاریکی کو دور کرنے کے لئے آفتاب رسالت کی ضرورت محسوس ہوئی القصہ مختصر تاجدار کو نین عبد اللہ کے نور عین رحمتہ للعالمین، خاتم النبین۔ سرکارِ مدینہ، نوید خلیل بشارت موسیٰ عیسیٰ۔ مجسمۃ خلق عظیم حضرت احمدؓ مجتبی محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا جس کی رحمت سے دشتِ کفر و ضلالت پُر نور ہوا۔

## حیاتِ طبیبہ کی ادنیٰ سی جھلک

ضرورت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کی ادنیٰ سی جھلک دکھادی جائے اتنی توسعی زندگی کے مقدس کارنا مے اگر مشرح طور پر لکھے جائیں۔ تو پھر یہ چند اور اق کیونکر متحمل ہو سکتے ہیں لیکن ہماری کاؤش اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی سیرتِ طبیبہ پر ایک نظر نہ ڈالیں ولادت با سعادت کے عالم طفویلیت میں حلیمه سعدیہ کی آغوش ہے وہ دیکھو سا منے کتنا عجیب نظارہ ہے ایک بچہ سیاہ عمامہ باندھے اور ایک لمبا سا گرتہ زیب تن کئے ہوئے پنجی کھجور کی ہاتھ میں لے کر بکریاں چگار ہا ہے۔ یہ بکریوں کا پاسبان تو بظاہر ہے لیکن قدرت کا منشاء ہے۔ کہ اسے دنیا کا گلہ بان بننا ہے اس لئے بکریوں سے مشق کرائی جائے۔ قدرت نے یہ سبق دیا ہے تاکہ گلہ بان بحفاظت تمام اپنے رویڑ کو اپنی خاص رہنمائی کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہنچا سکے۔

یہ بکریوں کا رکھوا لانہیں بلکہ لا تعداد انسانوں کا رہنمای حلیمه کے جنگل

میں با آن و باشان پھر رہا ہے اور اپنے عزم صادق اور اپنے ضمیر اقدس کی  
بدولت ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ اس کا گلہ بانی میں کچھ عالم کا نات کی  
حافظت لینی قدرت کو منظور ہے۔ ممکن ہے کہ پروان چڑھے۔ اب اسی  
برگزیدہ انسان کو ہم شام میں تجارت کرتا ہوا پاتے ہیں اس تجارت سے  
امانت، ساکھ و ذہانت کی عملی مثالیں بھی منظرِ شہود پر دیکھی جائیں ہیں۔ لا  
تعداد انسان ملتے ہیں اور دوسروں کے خیالات سے واقفیت ہوتی ہے اور  
عمل کے اعتبار سے انسان کو دوسروں کے لئے نمونہ بننے کی ضرورت ہوتی  
ہے اس میں عہد کی پابندی اور دیانت اور امانت لازمی ہے مکہ کی شریف  
خاتون حضرت خدیجہ الکبریٰ کا مال ہے دیکھو ساکھ داغدار نہ ہو۔ آنہ پائی  
سے چوکتا حساب ادا کیا جا چکا ہے اس میں اپنی محنت ایک معاہدے کے بعد  
وصول ہو گئی ہے۔

یہ بکریاں چرانے والا اُمی ہے کوئی تجارتی اُپچ نہیں ہے  
آخر (اکسپورٹ امپورٹ) تجارت درآمد برآمد کا سبق اُس محسن اعظم نے  
کس سے سیکھا؟

تجارت کو ابھی چند ہی روز ہوئے تھے کہ غارِ حرام میں عبادت شروع کی اور پالنے والے کی تلاش شروع ہوئی کئی کئی مہینے ہو گئے جو ہائے دہو حق، حق کا مرتلائی ہے آنکھیں دیدہ بینار کھتے ہوئے کسی تعبیر کو ڈھونڈھر، ہیں ایک انسانی عقل اس مسلسل اور کئی کئی مہینوں کی عزلت نشینوں کو نہ سمجھ سکی اتفاقیہ اسی غار میں جبریل امین خدا کا پیام لے کر وارد ہوئے غارِ حرام کے خاموشی میں یک لرزہ سا ہوا۔ عدم معلومات کی وجہ سے بھی ضرورت ہوئی کہ اس کے متعلق دریافت کیا جائے۔

ورقہ بن نوبل اس زمانہ میں توریت اور انجیل کے عالم سمجھے جاتے تھے۔ ورقہ نے تمام حالات سننے کے بعد کہا اے کاش! میں اس وقت حیات ہوتا جس وقت آپ کو آپ کی قوم نکال لیگی آپ نے سوال کیا کہ کیا میری قوم مجھے جلاوطن کرے گی ورقہ نے اطمینان کے ساتھ فرمایا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو سب نبیوں کے ساتھ ہوا ہے وہ ہی آپ کے ساتھ بھی ہوگا۔ اب یہ ہادی اعظم ایک کمل کا کرتہ اور عمامہ باندھے لوگوں کو آئندہ کے حالات سے باخبر کر رہا ہے اور خدا کی وحدانیت اور انسانوں کی خدمت

کا درس دے رہا ہے اور معبدان باطل کا استخفاف کر رہا ہے۔

دیکھو حق کی آواز بلند ہوئی لوگوں نے گالیاں دینی شروع کیں۔

پتھر کا مینہ برس رہا ہے۔ لیکن حق کی آواز برابر بلند ہو رہی ہے۔

ملکہ کی گلیوں میں ایک ذات نظر آ رہی ہے۔ لوگ میٹھی نیند میں

مست ہیں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے لوگوں کو اور مست کر رہے ہیں لیکن صحیح کے

ایک سہانے وقت میں ایک آواز آئی۔ کہ اے لوگوں! سوائے خدا کے تمہارا

کوئی معبد نہیں اپنے آپ کو اور اپنی اولاد اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے

بچاؤ۔

یہ آواز کانوں میں سامعہ نواز ہے۔ یہ لوگ سامعین اس نیک انسان

کی تواضع کر رہے ہیں لیکن منے وحدت کے سبب سے وہ سرمست ہو

جاتا ہے۔

دیکھو! وہ شخص جورات بھرا پنے خداومولا کی عبادت میں اور اُس کے

حکم کی تعمیل میں کھڑا تھا یہ لوگ اللہ کے نام پر جہاد کے لئے نکلے ہیں نہ تو ان

کے پاس اسلحہ ہے اور نہ ہی سامان جنگ۔ نہ ہی جدید آلات حرب۔

وہ سامنے بدر کا میدان نظر آتا ہے دیکھو۔ ایک قلیل سی فوج کو اس کمانڈرنے  
 کس طرح سے ترتیب دیا کل تین سوتیرہ بے سرو سامان مجاہدین کا گروہ ہے  
 اور ان کے مقابلے میں ایک ہزار نبرد آزماسپا ہی موجود ہیں جو اپنے معبدان  
 باطل لات و منات و عزی و جل کے نام پر فریفته ہیں یہاں مدد مقابل خدائی  
 فوج مئے وحدت سے سرشار ہیں مقابلہ ہوا اور کشتوں کے پُشتنے لگ گئے۔  
 تو مدینے میں کوئی حریبی کا لج تھا نہ ہی مدینے میں کوئی جنگی ایسوی ایشن کا  
 قیام تھا۔ آخر ان لوگوں نے ترتیب کہاں سے سیکھی اور یہ فوج کو باقاعدہ نظم و  
 نق اور سلیقہ جنگ سے کس نے آراستہ کیا جنگ بدر کا وہ خطبہ پڑھو جس  
 سے کہ بزرگ مرد اور نامرد ہو جائے جو شجاعت سے بھرے ہوئے دل کو  
 ڈھارس دینے والا اور انسانی قلب کو کھینچنے والا ہے اس شکست خورده دشمن  
 کے لشکر میں سے معلوم کرو۔ کہ وہ ان کے عزائم کیا ہوئے انہیں باوجود نجیع  
 اور قویٰ ہیکل ہونے کے میدان میں کس نے ذلیل کیا اب سر پر پیر رکھ کر  
 کیوں بھاگ رہے ہیں اپنے خیمے۔ ساز و سامان۔ اسلحہ جنگ چھوڑ کر کیوں  
 جا رہے ہیں معبدان باطل کی امداد کہاں گئی؟ یہ وہی لوگ ہیں کہ

جو صرف حق کی آواز بلند کرنے والے کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور جو صرف نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلانِ حق کے اثر سے بھاگ اٹھے ہیں بدر کا یہ معمر کہ کارزار ہمیں آج بھی درس عبرت دے رہا ہے کہ بدر کے غزوہ میں ذوالفقار حیدری ایسی چمکی کے اب تک روشنی پھیلی ہوئی ہے ہفت کشور میں جس کی جہنم کا رسے دل کافر اب تک لرزتا ہے۔

غزوہِ احزاب کی طرف ذرا نظر کرو۔ آپ کو سیاست دانی کا مرقع اور فنِ سپہگری کا خیال با کمال نظر آئے گا۔ ادنے سے ایک نظام نے صحیح سوریے ہی آواز حق بلند کی اور کفار نوک دُم بھاگ گئے آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے منبر استنحتانہ پر ایک نورانی ہستی جلوہ افروز ہے جس کی دھواں دھار تقریر سے سامعین میں سنّا ٹاہے وہ ہر سننے والے سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے دوسری طرف چند افراد جمع ہیں جنہوں نے اپنے مقدمات کا مرافقہ حضور قدسی صفات کی جناب میں پیش کیا ہے اُس کا عادلانہ فیصلہ سننے کے لئے لوگ سمعتے ہیں۔ وہ دیکھو! اب فیصلہ ہوا۔ دودھ کا دودھ۔

پانی کا پانی ہوا۔ بعد نماز فجر وہ محراب میں جلوہ نہما ہے اور وہ درس حاصل کر رہے

ہیں۔ کچھ لوگ زراعت کے متعلق معلوم کرنے کیلئے بیقرار تھے وہ اب شافی جواب پا کر مطمئن ہو رہے ہیں۔

پھر وہ حجرہ بیوی عائشہ میں ایک ذات اپنے خدا کی یاد میں مصروف ہے ساری رات گذر گئی ہے لیکن ایک منٹ سونا نصیب نہیں ہوا لوگوں نے دیکھا کہ قدم مبارک سوچ کر متورم ہو گئے اور کھال پھٹ گئی ہے۔

حیمه کے گھر بکریاں چرانے والے کو تم نے دیکھا وہ غارِ حرا کا خاموش منظر عبادت کا سامنے ہے فاران کی چوٹی اور مملکہ کی گلیوں میں تبلیغ کرتا ہوا پایا تھا جنگ میں کسی سپہ سالار کو تم نے دیکھا تھا مسجد کی محراب میں امام بننے اور پیغمبر یا وعظ کرتے تھے تم نے دیکھا تھا۔ مسجد میں قاضی اور صحیح معلم کی حیثیت سے کسی کی ذات سامنے آتی تھی ہاں یادش بخیر! کوئی ذات تھی جو رضاۓ الہی میں محو تھی۔

کہاں کا کانج اور کہاں کی ڈگریاں اور کہاں کسی خاص معلوم کی سند تمام اچھے صفات کے ساتھ ایسا مقنن اور متند ہیں تمہیں نظر آیا تم اس کا جواب دو گے؟ یہی! کہ نہیں!! ایک اُمی پڑھے لکھے میں یہ کمالات نہ تو

کبھی تختی پر کچھ لکھا اور نہ کبھی تختہ سیاہ پر اس ذات کو کسی نے پڑھایا سکھایا۔ نہ دوات سامنے آئی اور نہ سلیٹ پنسل دیکھی۔ اور نہ کسی استاد کا شرف حاصل ہوا۔ ان جملہ وسائل ترقی کے نہ ہوتے ہوئے آپ سب کچھ ہیں اور ایسے ہیں کہ تمام دنیوی انسانوں کو ایک طرف دیکھو تو دوسری طرف سراپا علم عمل کو ان تمام کے باوجود ذات قدسی صفات ہی کا پلہ بھاری نظر آئے گا۔

آخر یہ تعلیم پائی تو کہاں سے۔۔۔ اور علم سیکھا تو کہاں سے؟ پھر ذرا سوچئے غور کیجئے۔ تو یہ تہذیب و تمدن۔ علم و فضل کس نے بتایا کس نے پیش کیا۔ ذرا مادہ پرستوں سے پوچھئے یاد یوتاؤں کے ماننے والوں سے کہو کہ آخر دنیا میں باوجود اس تہذیب جدید کے تمہاری زبانیں کیوں گنگ ہیں؟

کیا جواب دے سکتے ہو اس قانون کا جونا قیام مناسبت ہے اُس مقدس اور سنہری تعلیم کا جو تمام دنیا کے لئے باعث امن و آشتی ہے جہاں کمزوروں کو آگے بڑھا کر ممتاز بنایا گیا ہو اس مقدس اور سنہری لاوانی تہذیب کا تم کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ تم نے زمین کا کونہ کونہ ایک کر دیا۔ آسمانوں پر بھی تم اڑے زہرہ۔ مرخ سے بھی تم نے باتیں کیں اور ہمالیہ کی اوپنجی چوٹی

پیر اماونٹ کا بھی شرف حاصل کیا چاند کی دنیا میں بھی کو دنے کے لئے  
کوشش ہو۔ لیکن باوجود چودہ سو سال گذرنے اور سخت ترین صبر آزمائی  
اختلاف کے باہمہ وجود اس کی تعلیم اور اس کی انسانیت اور اخلاق کریمہ کا  
تم جواب نہ دے سکے۔

پس وہ ذات بابرکت مجمع صفات تھی جو اپنی خوبی میں یکتا نے روزگار  
تھی اُس کا کوئی معین و مددگار بجز ذاتِ ربی نہ تھا۔ وہ دونوں عالم کے لئے  
رحمت تھا۔ تمہاری آنکھیں کمزور۔ تمہاری زبان گنگ ہے تم باوجود دیدہ و  
بینار کھنے کے بھی تعصّب کی پٹی باندھ کر اپنے دیکھے پر اعتماد نہیں رکھتے اور  
عقل رکھتے ہوئے بھی تم میں سوچنے کی قابلیت مفقود ہی نظر آئی ہے ہوش  
و خرد فہم و ادراک قاصر ہیں۔ اور عقل رخصت ہے۔ ہر ایک ذکی الحس و  
الفطرت نے اسی پر کہہ کر پیچھا چھڑایا۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر  
پھر بھی معلومات حاصل کرنے کے بعد تم اپنے قلب کے لئے ٹھنڈک اور  
اپنی عقل کے لئے سلامتی، اور اپنی بصارت کے لئے نور۔ اور اپنے دل کے  
لئے سرور اور خیالات کے لئے عمدگی اور ذہن کے لئے رسائی اور زبان کے

لئے گویا نہ حاصل کر سکے۔ حقیقتاً تم نے مخالفت کی لیکن سچائی سامنے آ کر رہی تم نے مجاز و حقیقت میں کوئی امتیاز نہیں کیا۔ تم نے روحانی سکون اور اس کی طہانتیت کے لئے کوئی جدوجہد نہ کی درحقیقت تم اس ذات کو پہچان، ہی نہ سکے۔ کہ وہ ذات کیا تھی۔ ۔

يَا صَاحِبُ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدُ الْبَشَرِ مِنْ وَجْهِكَ الْمُنْبِرِ لَقَدْ نُورَ الْقَمَرِ  
لَا يَمْكُنُ الشَّاء كَمَا كَانَ حَقَّهُ بَعْدَ اِذْ خَدَابُرْ رَگْ تَوَيْ قَصَّهُ مُختَرٌ

مصلحت نیست کہ آں پر دہ بُروں اُفتدراز  
وارنہ درمحفل رندال خبرے نیست کہ نیست

یہی وجہ تھی کہ قدرت کے گوناگوں معالج نے اس طبیب  
صادق کو سب کے بعد مبعوث کیا جس نے تیس سال کی قلیل مدت میں نہ  
صرف مریضوں کو تئدرست و صحیح کر دیا۔ بلکہ ایک ایسے دارالشفا کی بنیاد رکھی  
جوتا قیامِ قیامت مریضوں کی صحت کا ضامن اور کفیل ہو گیا۔

انقلاب زندہ باد  
اسلام پاکنده باد

بُنی نوع انسان نے دنیا میں آ کر ان تمام عہود اور پابندیوں کو بھلا دیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کئے تھے۔ قدرت نے انسانوں کی حالت اور اُن کی سرتاپی اور سرکشی دیکھ کر ہمیشہ رحم و کرم سے نوازا۔ اور یکے بعد دیگرے پیغمبر مبعوث فرمائے۔ آخری خاندان کے سب سے بڑے کو بھیجا گیا۔ اور یہ کہہ کر نامزدگی عمل میں آئی اگر ان کی نامزدگی پر بھی کسی نے سرتاپی نہ کی اور ان کی دعوت کونہ مانا تو اب مزید انبیاء بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب اُن سے بڑا کوئی نہیں۔ اُن کا سب سے پچھے آنا یہ آپ کی عظمت کی دلیل ہے اور آپ کی خاتمیت نے ابد الآباد تک نبوت کے دروازے پر قفل لگا کر بند کر دیا ہے حضور کی شان و مرتبت سے ان تمام امور کی تکمیل مقصود تھی جو کہ دوسروں سے پورے نہ ہو سکے تھے۔

وہ انبیاء والنسر انبیا تھے یہ سینکڑوں برس کی عمر میں ان کو عطا کی گئیں تھیں باوجود ان تمام ساز و سامان کے وہ اس منشاءِ الٰہی کو پورا نہ کر سکے تھے جس کو حضور سید الانبیاء رحمۃ اللعالمین نے تیس سال کی تھوڑی سی مدد میں کیا اور اس کو نہ صرف پورا کر دیا بلکہ دینِ حنفی کو ایسی بنیاد پر قائم کر دیا۔

جو بندوں کے لئے قیامت تک کے لئے کافی ہے اگر آپ آخر میں تشریف فرمانہ ہوئے ہوتے تو ان کمالات کا ظہور ہی ناممکن تھا۔ جو بعثت کی تاخیر میں نمایاں ہوئے۔ نبوّت کے تکمیل کننڈہ کا فرض تھا کہ وہ سب سے پچھے تشریف لا کر اس تمام کمی کو پورا کر دے جس کو پورا کرنے کی ضرورت تھی سرکار نے اُس کی مثال یوں دی ہے جب تک کسی مکان میں ایک اینٹ کی جگہ باقی ہے وہ مکان کامل نہیں ہے۔ دیکھنے والے کی نگاہیں اس خالی مقام کو دیکھتی ہیں اور اس خلے کو دیکھ کر انسان خود یہ محسوس کرتا ہے کہ تعزیہ بننا ہے مکان نہیں بن۔ ناکمل ہے یا یہ کہیے گا کہ آخر یہ مکان تکمیل تک کیوں نہیں پہنچا۔

قصر نبوّت کی پچھلی اینٹ اور کونے کا آخری پھر اس فرض ہی سے موخر کیا گیا تھا اس آخری اینٹ اور اسی ایک پھر پر موقوف ہے اور وہ میں ہوں اور میں نبوّت کو ختم کرنے والا ہوں۔

جب دنیا مادی ارتقائی منزليں طے کر چکی اور بھاپ بھلی کے کھیل کھینے کو تیار تھی۔ اور اس طرح سے آہستہ آہستہ ترقی کے دور کو پورا کر کے فنا

کے قریب لا یا جاتا تھا۔ تو یہ بھی ضروری تھا کہ وہ روحانیت کو بھی تکمیل کے درجے پر پہنچائے تاکہ خدا کی جھٹ دنیا کے لینے والوں پر پوری ہو جائے اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہم اس بین الاقوامی تحریک (جو اخوت کا نشان ہے اور بین الاقوامی وحدت کی آئینہ دار ہے) غافل تھے۔

ادھر یورپ نے مادیات کی طرف قدم بڑھایا ادھر ایشیا میں ایک بے سروسامان قوت کا ظہور ہوا جن کے پاس ایسٹم بم نہ تھے اور نہ راکٹ تھے جونہ تو اسٹین گنوں سے مسلح تھا۔ اور نہ اس کے پاس تاربری کی روختی اور نہ پیام رسانی کے لئے لاسکلی اسٹیشن تھے۔ نہ ان کے پاس اینٹی ایر کرافٹ گنیں تھیں نہ ہی وہ ٹینک سے آشنا تھا اور نہ ہی تیشہر د پروپیگنڈے کے لئے ریڈ یو اور ٹیلو یژن کی ایجاد تھی اور ٹیلیفون سے سسلہ کلام جاری تھا اور نہ لوگ موڑا اور ریل سے آشنا تھے اور نہ ہی وہ مادہ پرستی کے دوسراے ایجادات سے باخبر تھے۔

اُس نے بٹھا کی کنکریوں اور فاران کی وادیوں اور غارِ حرا سے وہ نعرہ حق بلند کیا اور ایک ریتلی زمین پر بیٹھ کر کسی وسائل ذرائع کے وہ مکمل قانون

پیش کیا کہ جس سے یورپ بوكھلا گیا مادہ پرست عاجز آگئے دہریوں نے گرد نیں جھکا دیں لارڈ میکالے کا قانون ہزاروں ترمیمیں قبول کر چکا ہے۔ لیکن حجاز کار گیستانی تیرہ سو برس (موجودہ چودہ سو برس) کا قانون آج بھی اسی طرح محفوظ ہے کہ گویا آج ہی بنایا ہے۔

غور کرو کہ عرب کا ریگ زار موجود تہذیب و تمدن سے کتنا دور تھا اور جتنا آشنا و سائل کے نہ ہونے اور بے چارگی کا ہونا سر کار مدنیت کی امت پر غور و انصاف سے کہو کیا یہ ایک انسانی عقل کا کرشمہ ہو سکتا ہے یا کسی دوسری طاقت کا کرشمہ تھا۔ کیا کوئی انسان ایسا مکمل قانون دنیا کی تہذیب سے نا آشنا ہو کر بنا سکتا ہے جب تک دنیا کے انسان ابتدائی منزل میں تھے اون کے لئے قانون الٰہی مختصر و سادہ تھا لیکن جب دنیا آخری کروٹ لینے لگی اور ارتقا کا آخری منظر اپنی انتہائی شکل میں سامنے آیا مسیحیت دم توڑ رہی ہے یہودیت لپ دم ہے ہندو ازم ملکڑے ملکڑے ہو چکا ہے۔ مجوسی یا پارسی تھوڑے سے باقی ہیں۔ بدھ دھرم ایک بے جان لاشہ ہے کنفیوشش کے افراد اس میں پائے جاتے ہیں اس سلسلہ کو داغدار کرنے کے لئے خود

بعض اسلامیوں کو روپے دے کر اور ان کی نشانی کر کے ثبوت کے دعوے  
کرائے گئے اور ان کو اچھا لایا اور اس طرح سے اسلام کو داغدار کرنے کی  
کوشش کی گئی چند بد قسمت افراد اپنی عقبے کونہ دیکھتے ہوئے بک گئے اور چند  
پیسوں میں خریدے گئے اس طرح انہوں نے ابد ال آباد تک اپنی صلح و فلاح کو  
خیر باد کہہ دیا لیکن ان تمام خفیف الحركاتی اور سازشوں کے باوجود صرف  
اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو مادہ پرست مذہب کا مقابلہ کر رہا ہے  
دہریت سامنے آئی وہ چکرا کر سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

یہ آواز نئی آوازنہ تھی۔ یہ مذہب کوئی نیا مذہب نہ تھا بلکہ یہ دینِ الہی  
وہی دینِ الہی تھا جس کو مقدس انبیاء خدا کے بندوں کو پہنچاتے رہے ہیں  
خلیل اللہ نے جس کے لئے اپنے کو وقف کیا کلیم اللہ نے جس کے لئے  
جانِ حزیر قربان کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام و نیز دیگر لکھو لکھ (لاکھوں) انبیاء  
جس کے داعی تھے۔

اب دنیا آخری کروٹ لینے والی تھی اور ارتقا اپنی انتہائی شکل میں  
سامنے آنے والا تھا اور اس زمانے کی ہدایت کے لئے ایسے ہی انسان کی

ضرورت تھی جوانبیاء کے سامنے انسانی زندگی کا ایسا نمونہ پیش کرے جو ہر لحاظ سے اعلیٰ اور مکمل ہو اور دنیا جس سے آج تک آشنا نہ ہو سکی ہو اور ہر ما دہ پرست نئی نئی معلومات اور اپچوں کے ساتھ سامنے آئے۔ اور نئی اچھوتی معلومات کا ذخیرہ بھم پہنچایا ادھر روحانیت نے ایک ایسی انوکھی تصویر پیش کی۔ جس کو دیکھ کر نئی ایجادات اور جدید اختراعات کے موجود حیران رہ گئے۔

اس کی خداداد فہم و فراست نے دنیا میں عظیم الشان انقلاب پیدا کیا اس کی دیانت و امانت۔ صداقت و ذکاوت دنیا کے لئے بہترین نمونہ مثال بنی اور اسی قسم کے ہزار ہا اوصاف نے دنیا میں انسانوں سے خراج تحسین وصول کیا۔

دنیا اُسی ذات قدسی صفات کے کمالات پر حیران ہے اور عاجز ہے اگر قوم پرستی کے جذبے سے قطع نظر کی جائے تو تمام یورپ اور ایشیا کمالاتِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والتسیلیم کا گرویدہ اور معترف ہے۔

دنیا میں وہ ایک ہی مقدس انسان تھا جس کو قدرت نے اپنے  
 گوناگوں صفات کا کامل آئینہ بنا کر بھیجا تھا اُس کی تعلیم ایک طرف حقوق  
 اللہ کی ضامن تھی دوسری طرف وہ بندگانِ خدا کے لئے سربکف اور کفیل تھی  
 اُس کا دین نہ تو سستی قیمت کا تھا نہ ہی محض مادّیت کا حامی بلکہ عالم کے  
 سامنے وہ جو کچھ لے کر آیا وہ دین و دنیا کی خوبیوں کا مجموعہ تھا جس سے نہ  
 صرف اسلام ہی سر بز ہوا۔ بلکہ دوسرے ادیان عالم بھی مستفید ہوئے۔ اور  
 انہوں نے بھی پسند کر کے بہت سی خوبیاں اپنائیں۔ وہ خلقِ عظیم کا مجسمہ تھا۔  
 چالیس سال تک قوم نے اُسے اچھی طرح دیکھا اور پرکھا۔ اطمینان کیا۔  
 بعد ازاں تیس سال اپنے عزیز وقت کو ضائع نہیں کیا بلکہ اپنی بعثت کے بعد  
 کامل و مکمل تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی جس پر عمل پیرا ہو کر ایک انسان صحیح  
 انسان کہلا یا۔ اس پر نازل شدہ قرآن اُس کی روحانی تعلیم اُس کا اخلاقِ عظیم  
 اور اُس کی قربانیوں کا، کیا دنیا جواب پیش کر سکتی ہے۔ یہ سب کچھ ہو جانے  
 کے بعد آج تک دنیا اُس انسان کا جواب پیش نہ کر سکی۔

بعد ازا خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

## اسلام دین فطرت ہے

علمِ انسانیت کے لئے لازمی تھا کہ اس کے اصول، اسکے آئین، اس کے طریقے، اس کی شرائیں اُس کا ندہب فطرت کے مطابق ہو۔ اس کو غور کرو کہ انسان شہروں سے دور علیحدا ہ کسی سے رسم و رواج نہ سیکھا ہو جنگل یا بیابان میں بھی پیدا ہو اُس کو بھوک پیاس لگے گی عورت کی خواہش ہو گی اور شادی کے بعد اہل و عیال ہوں گے جس کے بعد بہت سے گھر مل کر ایک کنبہ اور ایک قوم بن جائے گی خرید اور فروخت اور لین دین شروع ہو گا۔

اس طرح سے زندگی گذارنے کا طریقہ انسان کے سامنے آئے گا۔ پھر جب آبادی بڑھے گی تو ضرور گھر بیو زندگی اور معاشرت کے اصولوں سے واسطہ ہو گا اس حالت میں ان میں بلند اخلاق آدمی پیدا ہوں گے اُن کے سامنے ایسے معاملات بھی سامنے آئیں گے جس میں آپس میں معاملہ داری کے طریقے اور شہری نظم و نسق اور آمدی و گذارے کے اصول اور اس کے ساتھ شہروں کو ملا کر ان کا انتظام اور ہر ایک کے ساتھ وابستگی کے اصول ضرور زیر کار آئیں گے۔

اس لئے قوم میں انصاف کی حکومت اور بین الاقوامی حکومت کی پیدا ہونا انسانی خواہش کے عین مطابق ہے یاد رکھو وہ مذہب کوئی مستقبل نہیں رکھتا۔

۱) جس میں عقیدہ توحید نہیں اور جور و حانیت کو نگ وطن پرستی سے محروم دکرتا ہو۔

۲) جس میں انسانیت داغدار جس کے نظام بعثت میں جمہوریت کی روح کا فرمانہ ہو۔

۳) جو اجتماعیت سے کسوں دور ہو اور نگ عقائد کا مجموعہ ہو۔  
۴) جو کوئی معاشرتی انقلاب نہ لاسکے۔

۵) جس میں معاشی انصاف اور عادلانہ زندگی نہ ہو اور جس میں امیر و غریب کی تمیز نہ ہو۔

۶) جس میں بین الاقوامیت اور انقلابی روح کا فرمانہ ہو۔

۷) جس میں اخلاقِ عالیہ جگہ نہ پاتے ہوں۔

۸) جس میں شخصی اور جماعتی زندگی کی ابتداء اور انہتائے بنائی گئی ہو۔

۹) جس کا دار و مدار صرف ستیاس پر ہو۔

۱۰) جس میں راہِ نجات غیر فطری بنائی گئی ہو اور اعتدالِ زندگی نہ ہو۔

۱۱) جس میں مادی زندگی کا سامان تو کیا گیا ہو اور روحانی سکون کے لئے کوئی انتظام نہ ہو۔

گذشتہ انسانی تاریخ ملوکیت، قومیت اور مذہب کے نام پر باہمی مقابلے اور مجاولے کی تاریخ ہے۔ جس طرح پرندوں اور حیوانوں کے رویڑ اور گلے دیکھے جاتے ہیں اسی طرح انسانی دنیا بھی بہت بڑے طاقت اور گروہ کا نام ہے جو ایک دوسرے سے بدظن رہ کر مقابلے ہوتے ہوئے مشترکہ انسانیت اور اس کے ساتھ مقاصد بھی حسین نہیں رکھتے صرف خال خال افراد میں کبھی کبھی انسانی وحدت کی حسن نمودار ہوتی ہے۔

موجودہ دوراً گرچہ غیر معمولی ترقی پر نازاں ہے اور اپنے دور جدید کی پیدا شدہ مشینوں پر فخر کر رہا ہے مادہ پرستی کوئی انسانی خدمت کر رہی ہے عقل حیوانی خواہشات کے پوار کرنے میں مصروف ہے سائنس آله تباہی بن رہی ہے۔ سائنس کی ایجادات کی بدولت اب ممالک ماضی طور پر دور نہیں

بلکہ اس قدر قریب اور طاقت کے لحاظ سے اتنے زبردست ہو گئے ہیں کہ اب وہ باہمی اتحاد اور بین الاقوامیت ہی سے بچ سکتے ہیں ورنہ لڑائی کی بڑھتی ہوئی اور پھیلتی ہوئی آگ خود انسانی نسل کو بھی بھسم نہ کر دے ادھر معاشری انصاف کے لئے لوگ علیحدہ تگ دود کر رہے ہیں۔ ادھر شہنشاہیت مکاری اور ابلہ فرپیوں کے ساتھ اپنی گھٹیٰ ہوئی جان بچانے کے لئے سازشوں کا جال پھیلانے ہوئے ہیں۔ ادھر سرمایہ دار جمہوریت اپنی بقا کے لئے مصروف ہے ادھر انسان ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے افلاس، فاقہ اور غربت کے ساتھ خود غرضی سے سرمایہ داری کے بت کو پاش پاش کرنے کے درپے ہے۔ موجودہ مخلوقات اب خود غرضی پر قانع نہیں رہنا چاہتی وہ ضروریاتِ زندگی کو اپنا پیدائشی حق اس شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں کہ وہ انسانی حیثیت سے بعض اوقات اس حق کے حصول کے لئے تشدیڈ کو بھی روار کھتے ہیں۔

سامنس پر بھی روح حیات اثر انداز ہو رہی ہے اور مادہ پرستی کے خلاف ایک محاذ قائم ہو رہا ہے اور ایک نئی دنیا کا سراغ لگانے میں کوشش

ہے یہ انسان کا فطری عقیدہ زیر بحث آنے لگا ہے کہ انسان ایک روحانی ہستی رکھتا ہے وہ صرف کھاپی کرہی مطمئن نہیں ہو سکتا انقلابی زندگی میں بھی انقلاب محسوس کیا جائے گا۔ کے اخلاق صرف فرد کے لئے ہیں بلکہ وہ اجتماعی زندگی کیلئے ہیں میں الاقوامی زندگی کا شعور متعدد طریق پر پیدا ہونے لگا ہے۔

ہمیں سوالات زندگی کو صرف انفرادی طور پر نہیں بلکہ اجتماعی طریق پر بھی حل کرنا ہو گا انسانی زندگی کے عام سوالات فطری طریق پر کل عالم انسانیت کے متعلق ہیں۔ ہم نے جب سوچا تو شخصی طریق پر۔ اور جب کوشش کی تو صرف اپنے فائدے کی یا کبھی کنبے اور قبیلے کے متعلق گفتگو کر لی اور جب بھی کوشش کی تو اپنے فائدے کی۔ اور کبھی من حیث المجموع کل بنی نوع انسان کے فائدے کی غرض سے کوئی بات سوچنے کی کوشش نہیں کی ورنہ اگر ہم یہ خیال کر لیتے تو پھر کوئی وجہ نہیں تھی کہ ہم تسلی بخش طریق پر اس مسئلہ کو حل کر سکنے کی قابلیت نہیں رکھتے تھے۔

اگر غور کرو تو یہ حقیقت ہے کہ ہمارا اندر وہی مرکز ایک ہے اور ہم ایک

دوسرے کے اعضا ہیں ہمارا اٹھنا یا گرنا۔ قید یا نجات۔ بہبودی یا بر بادی۔

صحت یا بیماری ہمارے مشترک سوالات ہیں جو کہ باہمی تعاون سے ہی حل کئے جاسکتے ہیں دنیا میں خیال کے برابر کوئی طاقت نہیں ہے جو انقلاب زندگی سے آشنا کرتے ہیں پس انسانی وجود کی خوبی ہی یہی ہے کہ وہ چیزوں میں جیسی کہ وہ اپنی تسلی نہیں پاتا اگر وہ مطمئن ہو جاتا تو یہ لازمی تھا کہ اُس کی ترقی رُک جاتی۔

انسانی زندگی کا سوال اس وقت تک تسلی بخش طور پر حل نہ ہو گا جب تک کہ افراد انسانی اپنے اندر اس روحانی وحدت کو نہ محسوس کرنے لگیں گے اور جب تک دنیا میں عالمگیر امن اور حقیقی محبت کا ظہور ہی ممکن نہیں اور نہ ہی سائنس سے کوئی سکونی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے سائنس مختلف ملکوں میں بیرونی تعلقات پیدا کرنے میں کامیاب ہو رہی ہے مگر وہ اندر ورنی وحدت پیدا نہیں کر سکتی اور نہ کبھی پیدا کر سکے گی۔ سائنس کا کام علیل اور تخصیص ہے۔ چیزوں کے جدا گانہ پہلووں پر غور تو کرتی ہے مطالعہ کرنے کے بعد عمل میں کسر نہیں باقی رکھتی مگر اس کی نظر میں تو انسانی وجود بھی مختلف ذرات یا طاقتوں کے اجتماع کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اب انسانی دنیا کا دماغ اپنی تاریخ میں ایسے نقطے پر آپہنچا ہے کہ یا تو اسے

بڑھ کر پھولنا پھلننا ہو گا یا پچھے ہٹ کرتا ہی کاشکاز ہو گا۔ ان جدید حالات میں

اب اقوام کی جداگانہ زندگی بحال ہو گئی ہے سچا فلسفہ ہی عالمگیر اتحاد پیدا کر

سکتا ہے کیونکہ اس کا نقطہ نگاہ تربیتی اور اجتماعی ہوا کرتا ہے اس کی نظر صرف

اجز اپر ہی نہیں بلکہ کل پر ہوتی ہے اس لئے وہ انسانی وحدت کا داعی ہے۔

وہ مادہ۔ طاقت۔ زندگی اور شعور میں امتیاز پیدا کرتا ہے اُس کے

سامنے ایک ہی حقیقت کے دو پہلو نظر آتے ہیں۔ اور تمام کائنات خالق

واحد کا ایک پرتو نظر آتی ہے۔

انسان کے لئے صرف کھانا پینا۔ پہننا۔ اوڑھنا ہی فرض نہیں قرار دیا

گیا بلکہ انسان کے لئے خودشناسی کی بھی ضرورت ہے خودشناسی کے بغیر اور

گرد کی دنیا کا بھی علم حاصل نہیں ہو سکتا اور سائنس ہمیں اس علم سے بہرہ ور

نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ صرف محیط کی طرف دیکھنے کی آنکھ رکھتی ہے۔

خودشناسی کے بغیر ہم صرف ظہورات کا عملی طور پر صحیح عمل تو در کنار رہا

ہم صحیح علم بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ مگر ان چیزوں کی حقیقت سے بیخبر رہتے

ہیں اس لئے اپنے تجربے کے اصلی معنی نہیں جانتے اپنا آپ جان لینے کے بعد ایک طرح سے ہم زندگی کی اس راہ پر چلنے لگتے ہیں جو حقیقی پائیداری اور مسیرت کی طرف پہنچاتی ہے خودشناسی کے بغیر زندگی تاریکی میں بسر ہوتی ہے اگرچہ آپ کتنا ہی کتب خانہ اپنے دماغ میں رکھتے ہوں اپنے آپ کو جاننا از بس ضروری ہے بلکہ صحیح زندگی کی لازمی شرط ہے۔

ہر ایک ذہنی عمل میں خیال کو سوچنے والا۔ جذبہ کو محسوس کرنے والا۔ اور کسی ارادہ یا کام کو کرنے والا موجود ہوتا ہے جو کچھ کہہ سکتا ہے کہ میں سوچتا ہوں اور پھر یہ محسوس کرتا ہوں میں ارادہ رکھتا ہوں اس کے بغیر کسی ذہنی عمل کا امکان نہیں اپنے آپ کو بغیر پہچانے کبھی اصلی عرفان حاصل نہیں ہو سکتا ہے خودشناسی سے ہی خداشناسی کا حصول ممکن ہے جب تک ہم اپنے آپ کو نہیں جانتے تمہارا گھرے سے گھرا اور وسیع سے وسیع علم بھی اپنے اندر جہالت کا عنصر رکھتا ہے اسی لئے جب تک تم اپنے آپ کو نہیں پاتے خداشناسی مشکل ہے خوب سمجھ لیجئے کہ خودشناسی کی روشنی ہی آپ کے ذہن میں انسانیت کی حقیقی بہار کو ظہور میں لاسکتی ہے اور اجتماعی زندگی کے دور میں اس

کے برکات کی کوئی حد نہیں۔ اس مسئلہ خودشناسی کے بعد خود اعتمادی کی بھی ضرورت لازمی ہوتی ہے اپنے آپ کو پا کر ہی ہم سچے معنوں میں اپنے جسم اور ذہن کو پاتے ہیں اس سے پہلے ہم ان کے غلام ہوتے ہیں تمام اشیاء اس شخص کے ساتھ چلتی ہیں جس نے خود کو پالیا ہے۔ سچی زندگی میں جسم و ذہن بھی نئے نئے معنے اور قیمت آفرینی بات پیدا کرتا ہے خودشناسی کمال زندگی کا ایک طریقہ ہے یاد رکھو کہ جب تک فطرت کے ساتھ اپنا تعلق دیکھ نہیں پاتے ہماری زندگی کا رُخ زندگی سے فرار اور بھول پر منی ہوا کرتا ہے۔ خودشناسی اور خود اعتمادی کے تجربات اور اس کے حصول کے بعد انسان میں سچے بھenor میں ڈوب جانے کا بز دلانہ سیلان نہ ہوتا اس نے اپنے اندر خود جو بھی وحدت پائی ہے۔ اسے ارگرد کی دنیا میں بھی ڈھونڈنے لگتا ہے اس طرح خود سوسائٹی کی وحدت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو ایسی حالت میں دنیا صرف چند چیزوں کا مجموعہ اور واقعات کا سلسلہ یا جانداروں کا مجمع اور چند ذرات کا مکملراوہ بھی اتفاقیہ طور پر۔ اور اندھی طاقتؤں کا بے معنی کھیل نظر آتی ہے بے انداز اختلاف۔ اور تضاد صرف ظاہرہ صورت میں نظر آتا ہے۔

اور اندر ونی حقیقت میں کبھی نہیں۔

سوسائٹی میں بظاہر اختلاف اور گڑ بڑ نظر آئے گی۔ ہمارے مذہب مختلف عقائد و رسم علیحدہ۔ اور روانج الگ الگ۔ جائداد۔ بشاش اطوار۔ قابلیت اور شکل و صورت، مزاج طبیعت، مذاق مختلف پائے جاتے ہیں۔ فرقے، اقوام یا جماعات نسلیں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتی ہیں ایک ہی گھر میں ایک ہی چھت کے نیچے رہنے والے لوگوں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے ہر فرد اپنے کوفردیت میں یکتا اور بے مثال سمجھتا ہے۔ اور ہر ایک کی اندر ونی دنیا اپنی اپنی ہے ہر قسم کے دوستانہ تعلقات میں بعض ایسے الفاظ بھی موجود ہوتے ہیں جس میں ایک دوسرے کو چھو نہیں جاسکتا اور سوسائٹی کے اس باہمی اختلاف کے بعد بھی یہ سب ہی کچھ ہوتا ہوا سطحی ہے اُس کی تہہ میں ایک ایسی وحدت موجود ہے جو تمام نسلی قومی اور انفرادی اختلاف کی موجودگی میں بھی سب کو مشترکہ بہبودی کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

دنیا میں اس اندر ونی وحدت کی طرف بتدریج بیداری پیدا ہو رہی ہے موجودہ آپس کی چیقلش یا ہونے والی یانہ ہونے والی جنگ اپنے تباہ

تجربے سے اس بیداری کی رفتار کو تیز کر لیں گی اور اس بیداری کی عالمگیر تکمیل کے بعد ہر فرد اپنے کو نسل انسانی کا غیر محسوس کر سکیں گا تھدیب باہمی مقابلے کی بجائے تعاون کے اصول پر مبنی ہو گی اور ساری دنیا اپنے رو بروائیک مشترکہ بہتری کا مقصد رکھ لے گی۔

یاد رکھئے کہ محنت کے بعد ہمیشہ آرام کی قدر ہوتی ہے مگر جو لوگ آرام کی قدر پا کر دائی آرام کرنا چاہتے ہیں وہ دراصل خود آرام کی آسائش و لطف کو کھو بیٹھتے ہیں کڑی دھوپ کے بعد سایہ کافی راحت بخش ہوتا ہے مگر اس پر سایہ کو سکھ کا گھر مان لینا بھی کوئی دانا نہیں۔

اسی طرح لوگ اپنی حالت جاننے کے بعد خود شناسی میں ایسے بخود ہو جاتے ہیں کہ وہ دنیا کو چھوڑ کر خود شناسی ہی اختیار کر لیتے ہیں وہ اس کمال زندگی سے محروم ہو جاتے ہیں جو بندگانِ خدا کی خدمت سے حاصل ہوتا ہے خود شناسی کا زبردست وسیلہ ہے اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ جو لوگ اس خیال میں بتلا ہو کر خود شناسی کے میدان میں آنے کے بعد سو سائی۔ گھر بار اور کام کا ج سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اپنے طریق عمل سے دوسروں کے

دلوں میں اُودا سی اور بیزاری کا تم بُویا کرتے ہیں اس غلط روش سے ایک فہم اور سلیم الطبع انسان جذبہ خدمت النّاس سے قطعاً محروم ہو کر اپنے اندر ایک خلا اور غم محسوس کرتا ہے۔

زندگی ارتقا چاہتی ہے اور اس کے ارتقا کا وسیلہ فقط جذبہ خدمت سے ہی بیدار ہوتا ہے اور وہ ما حول ہی سے متعلق رہ کر ہی پورا ہو سکتا ہے۔

ما حول یا معاشرے سے علیحدگی کے بعد زندگی بجھی۔ سو کھی اور غیر

خوش گُن ہونی چاہئے لگاؤ۔ خدمت۔ اور محبت ذہنی اور روحانی صحت کی

علامت ہے۔ بھوک۔ پیاس۔ زندگی کی صحت کی طرف اشارہ کرتی ہے اسی

طرح سے اس معاشرے کی بدولت جسد انسانی کی نشوونما ہوتی رہتی ہے۔

بلعوم دنیا سے بیزار رہنے والے لوگ اگر جسمانی طور پر نہیں تو ذہنی اور

روحانی طور پر وہ یقیناً یمار ہوتے ہیں۔ اور جذبہ خدمت کا سرشار انسان

فطری عمل سے اور اعتبار سے اپنے اس مجاہدہ نفس کی کسی سے داد چاہتا ہے

اور وہ ذات مافوق الفطرت ہی ہو سکتی ہے جب ہم پھولوں میں کسی کا تبسم

دیکھتے ہیں تو اس سورج و چاند میں بھی کسی بے نیاز ذات کی چمک نظر آتی

ہے۔ ان کو ہساروں اور چشمیں اور آبشاروں اور آسمانی ستاروں میں بھی  
 کسی کی شان دکھائی دیتی ہے۔ طلوع و غروب آفتاب اور قوس و قمر کی  
 خوبصورتی کسی حقیقی صنایع کی صنایع پر ضرور رہبری کرتی ہے تو ہمارا فرض  
 اولین یہ ہے کہ اس ذات پاک بے ہمتا سے اپنا ذاتی تعلق پیدا کرتے  
 ہوئے اپنے جذبہ خدمت کو عملی صورت دے کر اپنی والستگی اُس سے متعلق  
 کرتے ہیں اس طرح ہم زندگی کی حقیقت پا کر خوش ہوتے ہیں اور چشم  
 باطن کے واہوتے ہی ہمیں نظر آتا ہے کہ کسی کان نے اس کا غیر نہیں سُنا اور  
 کسی آنکھ نے اس کا غیر نہیں دیکھا۔ اس تعلق کے بعد دنیا کے تمام خوف،  
 بدگمانیا اور مایوسی بُزدلي دور ہو کر ایک نئی فضا اور ماحول سے آشنا کرتا ہے اس  
 طرح ہم حقیقی آزادی کا سرور پاتے ہیں اور اس دنیا کی خوبصورتی۔ اس کی  
 نیر نگیوں اور بولمنیوں پر کسی کی شان و عظمت کے راگ گاتے ہیں۔ اپنی  
 ابتداؤ انتہا کو جذبہ عمل و خدمت کے ساتھ وابستہ کر کے خود شناسی اور خود  
 اعتمادی کی اس منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھئے بتا تیری رضا کیا ہے

یہی شانِ بندگی اور یہی شانِ عبدیت ہے اور یہی شانِ ابراہیمی اور آن ملتِ حقیقی ہے سب سے پہلے اپنی خودی کی شان پیدا کرو اور نفسِ اماراتہ کی اصلاح کرو اس کے بعد اپنے خاندان اور کنبہ قبیلہ کی اصلاح اور اس کے بعد بنی نوعِ انسان کی خدمت کرو۔

اگر ہم انسانی احساس اور جذبہِ خدمت کے ساتھ بحث، اطاعت، تعاوون اور خوشحالی اور بھلائی میں ایکجہاں ہو جائیں تو معاشرے کی بنیاد اور اس کی تعمیر ایسی قربانی کی عملی مثال کے ساتھ رکھی جائے گی جو رہتی دنیا تک یادگار ہو جائے گی۔ اسی طرح خود غرضی کا جذبہ مفقود ہو کر ذی اخلاق اشخاص اپنے قوم کے جذبہ حیوانی کی اصلاح کا کام کرینگے۔ پھر اس سے ایک ایسی دنیا جنم لے گی اور ایسا سازگار ماحول پیدا ہو گا جو دنیا کو بہشت بریں کا نمونہ ہو گا اور ایسی تسلی پیدا ہو گی جو آپ کو پائیدار سکون سے وابستہ کر دے گی۔ مذہبِ کل نوعِ انسان کی وحدتِ حس ہے جو سب سے محبت

اور سب سے بھلائی کا پیام دیتا ہے اور وہ نوع انسان کی ہمدردی کا پیام لے کر آ رہا ہے اور وہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ اُس کا پیام عالمگیر ہے اُس کا کام سب کو بیغز ضانہ محبت اور بقاوی میں ایک جان کو اور متعدد کرنا ہے کسی کو جدا یا الگ نہیں کرتا ہے۔ ہمہ گیر۔ ترقی پذیر۔ انصاف و اعتدال۔  
لچکدار اور کشادہ دلی اس کا شعار ہے اُن کو سچی جمہوریت سے آشنا کیا اور پھر از سر نوبہترین کمال حاصل کرنے کا موقع دیا اور اس کے نظام حکومت میں ہر ایک فرد کو گل سوسائٹی کا ضروری فرمان قرار دیا۔

اس طرح تمام افراد اور اقوام اعضاے جسمانی کی مانند ایک دوسرے پر منحصر ہوئے اور حقوق رکھتے ہوئے انسانیت کی خدمت کے ساتھ مخلصانہ اور پُر ایثار تعاون کی روح کے ساتھ انسانی دنیا میں ایسی مبادات کے ارتقا کا باعث ہوئے جس سے زندگی سراپا برکت و رحمت معلوم ہونے لگی اس طرح وفاداری اور خود اعتمادی اور محبت بھری دوستی اور پر خلوص تعاون اور سچی آزادی۔ امیری۔ غربی۔ بڑائی۔ چھوٹائی اور یگانگت و بیگانگی کے داہمے اور جاہلانہ تفرقیات۔ سرمایہ داری۔ مزدوری۔ زمینداری اور کسان کی باہمی

آور یہ شیں افراد انسانی کی روحی وحدت کے ساتھ ختم کر دیں۔ ابدی اور عالمگیر حقیقت اور انسانوں کے اتحاد کی انہم بندی سے روشناس ہونے کا موقع دیا۔ اس طرح روایتی۔ ملکی۔ قومی۔ نسلی اختلاف ختم ہوئے کل بندگانِ خدا عباد اللہ قرار پائے اور وحدت زندگی کی حقیقت ظاہر ہوئی اس طرح جمہوریت کی صحیح روح سے ہم آشنا ہوں گے یہاں ضروری ہے کہ ہم آزادی اور مساوات کے معنے بھی سمجھادیں تاکہ سچی جمہوریت سے مفہوم غلط نہ لیا جائے۔

آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس طرح ہمارا جی چاہے کریں ایسی بے اصول زندگی اور بے ہنگامی کبھی آزادی نہیں کھلا سکتی انسانی آزادی سے مراد یہ ہے کہ انسان نشوونما پائے اور اپنے ہر حصہ وجود میں انسانیت حاصل کرنے کے لئے محتاج رہے اور بچے وہ اپنے وجود کے اندر اسپرٹ کی حکومت قائم کر سکتا ہے اور بیرونی حالات کی طرف ایثار و عمل بد لئے کے لئے اور اسے طوالت دینے کی قابلیت رکھتا ہے انسانی مساوات کے یہ معنے ہیں کہ کل نوع انسان ایک زندہ جسم ہے جس کے اندر تمام افراد

قوم اعضاے جسمانی کے مانند باہم غضر ہیں جس میں تمام افراد اور اقوام اپنے لئے حقوق تو رکھتے ہیں۔ مگر اپنے لئے نہیں بلکہ اس کے لئے وہ انسانیت کی خدمت میں اپنے فرائض کو بہتر طور پر انجام دے سکیں اور جس میں مخلصانہ اور پُر ایشار تعاون کی قوت کا فرمان نظر آتی ہو خداوند تعالیٰ کی قوت اس کی ضامن ہوا کرتی ہے۔ جمہوریت ایک جذبہ اور اندر ونی احساس ہے وہ برادرانہ محبت اور اتحاد کی روح برقرار رکھ سکتا ہے جمہوریت اور انحصار کی کسوٹی سب کے لئے باہمی تعاون ہے۔ اس میں خود غرضانہ روح کی بجائے بیغرض محبت برکار آتی ہے جس میں حقوق کی بجائے فرائض پر زور دیا جاتا ہے اور سطحی خوبیوں پر اندر ونی روح انسان غالب آتی ہے۔

یاد رکھ جب تک روح بیدار نہ ہو بیرونی جمہوریت اور برادری کا غذ کے پھولوں کی مانند صاف اور بلا خوشبو نظر آئے گی۔ زندگی کی تمام برکتوں کا سرچشمہ دل ہے۔ اگر اندر ونی تبدیلی پیدا ہو گئی تو پھر بیرونی تبدیلی یقینی ہے۔

مغربی دنیا حسین جمہوریت کا راگ آلاپ رہی ہے اور جس آزادی

مساوات اور اخوات کا چرچا ہے وہ تقریباً سب ہی کے علم میں ہے۔

یورپ نے جس طرح کمزور اور پسمندہ اقوام کو لوٹا اور ذلیل کیا اُس کی مثال آپ کو کہیں نہ ملے گی۔

وہ جنگ عظیم اور اقوام متحده کا اکھاڑہ بے بس اور کمزوروں کے مقابلے میں حق و انصاف کا خون کر کے جمہوریت کے تماشوں کو دکھا چکا ہے اور اس سے وہ اخوت و مساوات و جمہوریت کی تمام پول گھل گئی جن کا ریڈ یو گول میز کانفرنس سیاسی مشن اور اختیارات سے پیٹا جاتا تھا وہاں مکاری کا نام ڈپلو میسی ضرور کھا جائے گا۔

دیکھو جب تک دنیا میں حقیقی روحاںی بیداری نہ پیدا ہو صرف کہنے سننے اور خیالی پروگرینڈے یا نشر و اشاعت سے کبھی دنیا میں سچی ہمدردی، علمی و عملی اخوت قیام و امن و سلامتی عامہ اور سچی جمہوریت اور نیز سچائی ابدی اور عالمگیر اخوت و حقیقت اور انسانوں کی اتحاد یہ قوت کی آن میٹ بنیاد سے روشناس ہونے کا موقع دیا۔ اصل زندگی مسلسل جدوجہد اور سوزِ دل اور خوف خدا ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یادِ مااضی ہمارے تجربات

کا نچوڑ ہے۔

فطرت کے قوانین غیر متبدل ہیں اور دس ہزار سال پہلے اگر سنکھیا انسانی زندگی میں مہلک دیکھا گیا تو وہ آج بھی ہے۔ زمانے کے بدلنے سے سنکھیے کے اثر میں فرق نہیں آ سکتا۔ اگر یہ امر یکہ میں زہر ہے تو لندن میں بھی زہر ہے سلسلہ کائنات اسی بنیاد پر قائم ہے اور چل رہا ہے۔ کہ فطرت کے قوانین اٹل ہیں۔ اگر خلاف فطرت صالح زندگی بسر کرنا جو ہر انسانیت کے لئے پہلے مہلک تھا تو وہ آج بھی اسی طرح مہلک ہے۔

خود غرضی۔ بے رحمی اور درندگی پرستی میں انسان سرشار ہے اور وہ اتنا اندھا ہو چکا ہے کہ انسانی ہمدردی اور خوف خدا کا تصور ناپیدسا ہو گیا ہے۔ اور لاپرواہی اور سردمہری جگہ کئے ہوئے ہے جس کا لازمی نتیجہ یومِ فیومَ تباہی یا بر بادی ہے اسلام نے عقل و انصاف کی بنیاد پر نوع انسانی کے معاملات کو سبلجنے کی کوشش کی ہے۔ اور ہمیشہ اس کی اصلاح میں سرگرمی دکھلائی ہے۔ اور ہر شخص کو اُس کی محنت کا پھل ملنے کے لئے اپنے پروگرام سے لوگوں کو آشنا کیا۔ رسومات۔ روایات اور مقدس قدامت کے بتاؤں کو پاش

پاش کیا۔ اور مکمل مساوات کو رواج دینے کا طریقہ سکھلایا اقتصادی اور معاشرتی طریقے اور باہمی تفریق کو مٹایا۔ اور چھوٹے بڑوں کو یکجا کر کے عملی اتحاد کی تعلیم دی۔ پس یاد رکھو کہ ہر خرابی کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے اور جب تک اصل سبب کو پا کر اس کو رفع نہ کرو اس وقت تک کوئی خرابی دور نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اصل علتِ غائیہ یا اسباب کو پا کر اس کے ختم کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ کوئی مرض دور نہیں ہو سکتا لہذا خراب اور گندے مادہ یکو کونکالنے کے بعد ہی بیماری جڑ سے جا سکتی ہے عارضی علاج سے فائدہ نہیں ہو سکتا اسی لئے دنیا کو دین فطرت کی رہبری کی گئی اور اسی لئے روحانی اور مادی دنیا میں توازن قائم کرنے کے لئے اسلام آیا اس نے تمام و مکمال علاج اور ہدایتیں پیش کر دیں اور اس کی نسبت اکمل و اتم ہونے کا اعلان کیا۔

فطرتِ انسانی کو دیکھتے ہوئے سہ نکاتی پروگرام اور لائچہ عمل پیش کیا سب سے پہلے طبعی پروگرام سے ابتدأ کی اور انسان کو وحشیانہ رنگ سے ہٹا کر انسانیت کی دعوت دی پھر انسان سے با اخلاق انسان بنانے کا پروگرام رکھا اور پھر با اخلاق انسانوں کو با خدا بنانے کا پروگرام مرتب کر کے دعوت

دی۔ اسی طرح انسانوں کو ان کی طبعی حالتوں سے جو وحشیانہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہے اخلاقی حالتوں تک پہنچانے کا بھی انتظام کیا اور پھر اخلاقی حالتوں سے روحانیت کے بھرپور تک پہنچایا۔

یاد رکھو کہ جس طرح مادی دنیا میں زندگی کے لئے روشنی اور گرمی ضروری ہے اسی طریقے انسانی دنیا میں بھی خوشی کے حصوں کے لئے علم اور محبت کا توازن ان صورتوں میں پایا جانا لازمی ہے۔

علم محبت کے بغیر بے جان اور محبت علم کے بغیر اندھی ہے اس کو یوں سمجھو کہ آنکھوں کے بغیر چہرے بے نور اور چہرے کے بغیر آنکھیں کہاں ہوں گی۔ انسان کی خود آگاہ زندگی میں دل و دماغ کی موافقت لازمی ہے ورنہ زندگی کا پھول نہیں کھل سکتا اس طرح علم اور محبت میں موافقت ضروری ہے۔

علم کا ظہور محبت سے ہوتا ہے جس چیز سے ہمیں محبت ہوتی ہے ہم اس میں غور فکر کر کے اس کے علم سے خوشی پاتے ہیں اور اگر اس سے کسی محبت اور اس کے تفکر سے خوشی نہ ہوتی۔ تب ہم اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور اس کا علم حاصل نہ ہو سکتا۔ اس لئے محبت علم پیدا کرتی ہے اور اگر کسی شے کی محبت

قام رہے تو لازمی طور پر اس کے متعلق تجربہ اور علم بڑھتا چلا جاتا ہے وہ چونکہ لذت اور خوشی دیتا ہے اسلئے توجہ بھی اس پر مجتمع رہا کرتی ہے۔

علم اگر اپنے چشمے کو بھول کر راہ راست سے کسی دوسرے راستہ پر لگ جائے تو ایسی صورت میں ممکن ہے جب ہم علم سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں یعنی علم میں خوشی پانے کی بجائے اس کے وسیلے سے مزید لذت حاصل کرنا چاہیں اس حالت میں تم طاقت کے طالب ہو کر علم کے ذریعے اس فطرت پر اپنی حکومت قائم کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں تاکہ ہم حسب دخواہ انہیں اپنے طریق پر استعمال کر سکیں۔ سائنس سیالب محبت کی ترقی اور اس کے ذریعے خوشی پانا نہیں بلکہ انسان سائنس کے ذریعے ساری قدرت پر فتح پانا چاہتا ہے ہم دن بدن قدرت کی محبت کھور ہے ہیں اور صرف اس کے علم سے کوئی خوشی پا کر اس کے عملی فوائد کو اپنا نصب لعین بنائے ہوئے ہیں۔ طاقت کا طالب کسی درجہ ترقی پر کامیابی پر قرار نہیں پاسکتا کون نہیں جانتا کے گذشتہ اور موجودہ دور میں انسانی علم حیرت انگیز طریقے پر ترقی کر گیا ہے اور انسان کی طاقت میں بے اندازہ اضافہ ہو چکا ہے۔ مگر

اس حالت میں بھی دنیا سے اطمینان و امن مقصود ہے زندگی میں دل کی  
بجائے دماغ کو مسلط کیا جا رہا ہے دماغ بڑھ رہا ہے اور دل مردہ ہوتا جا رہا  
ہے مجبوراً ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ کو موجودہ علم باوجود اس شاندار ترقی کے  
روحانی طور پر بیمار ہے اور اس کی بیماری کا سبب یہی ہے کہ ہم محبت کی  
بجائے طاقت کو اپنا مقصد بنائے ہوئے ہیں طاقت ایک نشہ ہے آج انسان  
طاقت کے بل بوتے پر اپنے آپ کو بھول رہا ہے۔

طاقت سے ہمیشہ خوف پیدا ہوتا ہے اس سے خوف میں مزید اضافہ  
ہوتا ہے اس طرح طاقت میں اور ابھار ہوتا ہے ایسی صورت میں طاقت کے  
بل بوتے پر ترقی یافتہ علم اپنی اصلی روح سے دور چلا آتا ہے۔

زمانہ حال کے وحشیانہ مظالم انسانی دل کی موت کا اعلان کر رہے  
ہیں دل اور دماغ کا یہ تقیّہ نہ ہی زندگی کی خوشی کو بر باد کر رہا ہے موجودہ  
تہذیب و طاقت پر بنی ہے اس لئے دنیا میں خوشی کی معدوم ہے۔ علم اور محبت  
کے باہمی ملأپ سے ہی کشف حقیقت کا امکان ہے اگر ہم دنیا کو بہتر اور  
خوشنتر بنانے میں ساعی ہوں تو ایسی صورت میں ہمارے علم کا مقصد طاقت

اور حکومت کی بجائے محبت اور خدمت ہونا چاہیے علم و محبت میں توازن لازم ہے۔ علم و محبت کی موافقت میں ہی کمال زندگی ہے انسانی زندگی کی رہنمائی کے لئے نور وحدت کی ضرورت ہے۔ اور اسی سے زندگی کا پھول تمام پنکھڑیوں کے ساتھ شلگفتہ ہو کر پھل لاسکتا ہے۔ صرف اسی کی روشنی میں نہ پھل وہی پختگی حاصل کر سکتا ہے اور یہی انسان کا منتها کمال ہے اور یہی علم دل میں جذب ہو کر ہمیشہ کے لئے عملی محبت کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو اپنی منزل مقصود کی خبر نہیں رکھتا۔ اس کا قدم لازمی طور پر طاقت کو ضائع کر نے والا اور مقصد سے پرے لے جانے والا ثابت ہوگا۔ اسی طرح انسان نے اگر اپنی زندگی کا نشانہ صاف طور پر اپنے رو برو رکھنا نہیں سیکھا۔ تب تک اس کی زندگی بیکار رہتی ہے۔ بلکہ اسے اپنی حقیقی کامیابی سے دور لے جاتی ہے۔

ہر شخص کے لئے لازم ہے کہ اپنی زندگی کو خود سوچ سمجھ کر معلوم کر لے اور صحیح رائے قائم کر لے سوچ سمجھ میں وہ دوسروں سے بھی استفادہ حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ اسے اپنی اندر وہی روشنی پر اطمینان ہو۔

مبتداء و منتها ہے۔ انسانی دنیا میں جس قدر گمراہی اور گڑ بڑ دیکھی جاتی ہے موجودہ دنیا کے بعض مذاہب موجودہ حالت، واقعات، قوانین اور آئندہ کمالات کی واقفیت تو دلاتے ہیں۔ لیکن انسان کی روحانی بیداری اور تسلیم روح کا کوئی انتظام نہیں کرتی۔

بعض تعلیم یافتہ حضرات خود فراموشی کے عالم میں یہاں تک گرے ہوئے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کو محض مادی یا نباتاتی یا حیوانی زندگی کے مطالعہ میں ڈھونڈھا کرتے ہیں صرف مادی اشیاء کا مطالعہ نباتاتی زندگی کے حالات سے آگاہ نہیں کرتا اور نہ ہی مطالعہ خواہ کتنا ہی گہرا اور وسیع کیونہ ہو وہ خود انسانی زندگی کے اسرار و حقائق و معارف پر کبھی کوئی روشنی نہیں ڈال سکیگا خود انسانی جسم کا مطالعہ بھی روحانی زندگی کی رہنمائی نہیں کر سکتا۔

فطرت کے پیدا کرنے والے نے انسان کو اعلیٰ و بلند معیار پر پیدا کیا تھا اور اسی کے مطابق اس کے مقاصد زندگی بھی اعلیٰ و بہترین تھے پس اس لئے یہ لازمی تھا کہ مذہب کے اصول بھی فطرت کے مطابق ہوں اسی بنیاد پر مذہب اسلام کی بنیاد فطرت و اساس ہے۔

دنیا کے مذاہب باطلہ میں روح انسانی گم تھی ہر مذہب اپنی سچائی کا دعوے دار تھا اسلام آیا اور اس نے دیگر مذاہب کے معاملے میں خم ٹھوک کر دعویٰ کیا کہ تم دنیا میں سب سے بھلی قوم ہو اور اعتدال تمہارا اصول زندگی ہے۔ تمہارا لائق عمل بھلائی کی طرف بلانا۔ اور ہر برائی سے روکنا تمہارا کام ہے اسلام ہی تھا جس نے بین الاقوامی تحریک کا آغاز کر کے دنیا کے تمام انسانوں کو ایک لڑی میں پر ڈیا جاتا۔

یہی مذہب تھا کہ جس نے مرکز کی طرف رہبری کرتے ہوئے ایک خدا ایک رسول ایک قبیلہ، ایک اصولی جماعت، ایک کتاب، ایک زبان۔ ایک عملی تعلیم ایک مبدأ و منتها، اور ایک اصول زندگی کی طرف رہبری کی۔ سب سے پہلے طبعی امور کی طرف توجہ دی اور حکم دیا۔

تم پر تمہاری ماں میں حرام ہو گئیں اور ایسا ہی تمہاری بیٹیاں اور بہنیں۔ پھوپھیاں اور خالا میں اور بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ ماں میں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا۔ اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی ماں میں۔ اور تمہاری بیویوں کے پہلے خاوند سے لڑ کیاں۔ جن سے تم ہم

صحبت ہو چکے ہو۔ اور اگر تم ان سے ہم صحبت نہیں ہوئے تو کوئی گناہ نہیں۔

اور تمہاری حقیقی بیٹوں کی بیویاں اور ایسے ہی دو بہنیں۔ یہ ایک وقت میں۔

یہ سب کام جو پہلے ہوئے تھے آج تم پر حرام کئے گئے اور یہ بھی تمہارے لئے جائز نہ ہو گا کہ جبراً عورتوں کے وارث بن جاؤ اور یہ بھی جائز نہیں کہ تم ان عورتوں کو اپنے نکاح میں لاو۔ جو تمہارے باپوں کی بیویاں تھیں جو کچھ پہلے ہو چکا وہ ہو چکا۔ پاک دامن عورتیں تم میں سے یا اہل کتاب میں سے تمہارے لئے حلال ہیں کہ ان سے شادی کرو لیکن مہر قرار پا کر نکاح ہو جائے تو پھر بد کاری جائز نہیں اور نہ پوشیدہ دوستی۔

تم خود کشی نہ کرو۔ نہ اپنی اولاد قتل کرو۔ اور نہ دوسرے گھروں میں وحشیوں کی طرح خود بخود بغیر اجازت نہ چلے جاؤ۔ اور گھروں میں دیواریں کو دکر بھی نہ جاؤ۔ بلکہ گھروں میں ان کے دروازے سے جاؤ اگر تمہیں کوئی بھی سلام کرے تو اُسے سلام کا جواب دو۔

تمار بازی۔ بُت پرستی۔ شگون لینا۔ یہ سب پلیڈی اور شیطانی کام ہیں ان سے بچو۔ سور مت کھاؤ۔ مُرد ارمت کھاؤ۔ بتوں کے چڑھاوے

مت کھاؤ اور بیماری سے مرا ہوانہ کھاؤ۔ سینگ لگنے سے مرا ہوانہ کھاؤ۔  
درندے کا پھاڑا ہوا مت کھاؤ۔ کیونکہ یہ تمام مردار کا حکم رکھتے ہیں۔ اور اگر  
لوگ پوچھیں کہ پھر ہم کیا کھائیں تو آپ انہیں بتلائیں کہ تم پاک چیزیں  
کھاؤ۔ صرف مردار اور مردار کے مشابہ پلید چیزیں نہ کھاؤ۔

اگر مجالسوں میں تم سے کہا جائے کہ تم کشادہ بیٹھو اور دوسروں کو جگہ دو  
تو فوراً جگہ کشادہ کر دو۔ تاکہ دوسرے بھی آکر بیٹھیں اور اگر آپ سے یہ کہا  
جائے کے اٹھ جاؤ تو بلا حیل و جنت کھڑے ہو جاؤ۔ اور گوشت دال وغیرہ  
سب چیزیں بلا جھجک دروک ٹوک کھاؤ۔ مگر ایک طرف کی کثرت نہ کرو۔  
اسراف اور زیادہ کھانے سے اپنے آپ کو بچاؤ اور لغو با تیں مت کرو بلکہ عمل  
اور موقع کی بات کرو۔ اور اپنے کپڑے صاف رکھو۔ اپنے بدن کو گھر کو۔  
کوچے کو۔ اور ہر جگہ کو جہاں تمہاری نشست ہو اسے پلیدی میل کچیل اور  
کثافت سے بچاؤ۔ اور غسل کرتے رہو اور اپنے رہائشی گھروں کو صاف  
رکھنے کی عادت ڈالو اور اوپنچی آواز سے بولو۔ اور نہ اتنے دھیمے لبھ میں بولو  
کہ دوسرا سن بھی نہ سکے۔ بلکہ درمیانی درجے کا لب ولہجہ استعمال کرو وہ بھی

وقت ضرورت۔! چلنے میں بھی بہت تیزی نہ کرو۔ جب سفر کرو تو اپنے سفر کے لئے مناسب انتظام کر لیا کروتا کہ گداگری سے بچو اور ذلت سے چھٹکارا پاؤ۔ اور جنابت یعنی صحبت سے فارغ ہو کر غسل کر لیا کرو۔ جب تم کھانا کھاؤ تو سائل یا بھکاری کو بھی دو۔ اور کتنے کو بھی دو اور پرندوں کو بھی دو اگر موقع ہو تو یتیم لڑکیاں جن کی تم پرورش کرتے ہو ان سے نکاح کرنا بھی مفضلۃ القہ نہیں لیکن اگر تم دیکھو کہ وہ لا وارث ہیں تو شاید تمہارا تعین ان پر زیادتی کرے تو ماں باپ اور اقارب والی عورتوں سے شادی کرو جو تمہارا ادب کریں اور ان کا خوف رہے شادیاں تم ایک سے چار تک کر سکتے ہو۔ بشرطیکہ تم اعتدال کرو۔ اور اگر اعتدال نہ ہو سکے تو پھر ایک ہی پر کفایت کرو۔ اگر پھر ضرورت پیش آئے اسی لئے چار کی حد لگادی ہے۔ اور اپنی عورتوں کا مہر ادا کرو یہ کسی طرح بھی معاف نہیں ہو سکتا۔ بغیر ادا کئے چھٹکارا ناممکن ہے۔

غرضیکہ یہ پہلی اصلاح ہے جس میں انسان کی طبعی حالتوں کو وحشیانہ طریق سے کھینچ کر انسانیت کے لوازم اور اس کی تہذیب و آداب اور شاستریگی

کی طرف پوری توجہ دی گئی ہے اس تعلیم میں اعلیٰ اخلاق کا ذکر نہیں ہے۔  
 اس تعلیم کی ضرورت یوں پیش آئی کہ اس زمانہ کی حالت دیگر گوں تھی  
 اس کے علاوہ موجودہ دور میں لوازم مادہ پرستی اور سرمایداری نے وہی  
 صورتیں پیدا کر دی ہیں جو زمانہ جاہلیت میں مردّج تھیں اور اس تعلیم کو  
 لوگوں میں تاقیام قیامت باقی رہنا تھا پس اس لئے ضرورت ہوئی کہ سب  
 سے پہلے انسانیت کے ظاہری آداب ان کو سکھا کر اخلاق عالیہ پر فائز کیا  
 جائے تاکہ وہ قوم جس کو خیر الامم کہا گیا ہے وہ طبعی اور اخلاقی اور روحانی  
 قوتوں پر فائز المرام ہو کر خلافت گبری کا مقام حاصل کر سکے اس لئے عالم  
 انسانیت کے لئے یہ ایسا کرنا لازمی تھا کہ ظاہری آداب سب سے پہلے ان  
 کو سکھائے جائیں۔ طبعی اصلاح کے بعد دوسرا حصہ اخلاقی اصلاح کا بھی  
 سامنے آیا اس لئے اسلام نے اس کے ساتھ ساتھ طبعی حالتوں کو شرائط  
 مناسب کے ساتھ مشروط کر کے اخلاقی فاضلہ تک لے جانے کے لئے  
 التزام کیا۔

بہر حال! قرآن کا یہ حصہ کافی طویل ہے اگر ہم تفصیل کے ساتھ

اس جز کو بیان کرنا چاہیں تو یہ حقیقت ہے کہ اس تعلیم کو یہاں کسی صورت میں بیان کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے قرآن کریم احادیث نبوی کا یہ باب ایک مکمل اور جامع ہے جس کے لئے آپ کو قرآن کریم اور احادیث رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت ہے یہاں پر ہم جزوی طور پر عملی زندگی کے اس پہلو کو ظاہر کریں گے کہ بین الاقوامی تعلیم نے وحشت اور بربریت کے زمانہ میں ذہنی اور اخلاقی زندگی میں عظیم الشان انقلاب پیدا کر کے اس قابل کر دیا کہ وہ دنیا میں دو ظالم اور با جبروت حکومتوں کو ختم کر کے بین الاقوامی حکومت اور شورائی جمہوری حکومت کا باعث بنے۔ چونکہ عام طور پر یہ دیکھا جا رہا ہے کہ مسلمانوں نے احادیث و قرآن پاک پر عمل کرنا ترک کر دیا ہے اسی لئے یہ ادب ارالہی میں بتلا ہیں زندگی مسلمانوں پر و بالی جان ہو گئی ہے۔ اے کاش! مسلمان اسوہ حسنہ اور اقوال رسول کریم پر عمل کرتے اور اپنی زندگی کا لائے عمل بناتے شعار اسلامی اور ایمان کا خیال رکھتے تو آج اس معصیت اور گمراہی کا شکار نہ ہوتے۔ مسلمانوں نے قرآن وحدیث سے منہ موڑا۔ اور اللہ و رسول کریم سے رشته چھوڑا۔ تو یہ روزِ بد دیکھنا

نصیب ہوا۔

ہے مانصیحت بجائے خود کر دیم!

روزگارے دریں سفر بُو دیم!

گر نیا یہ بگوشِ رغبتِ کس

بر رسولِ بلاع باشد و بس

## بیعت کی ضرورت

بیعت کے نحوی معنے فروخت کے ہیں اور یہاں پر لفظ بیعت سے  
مراد خود کو رہبر کے ہاتھ پر فروخت کر دینا ہوگا۔

بیعت کی ضرورت ہے اور یہ لازم و ملزم ہے کہ جب تک انسان  
اپنے کسی کے ملکوم یا تابعدار بنانے کا دعوے دار نہ ہو جائے تکمیلہ حیات  
ناممکن ہے اس لئے کہ انسان آزاد رکھتے ہوئے مذہب کہ اپنی حسب منشائی  
نفس کی تاویلا تمیں عملی صورت دے سکتا ہے۔

لیکن جب کسی رہبر کے تابع فرمان ہو جائے گا تو وہ انسان ہر معاملہ  
پر اپنے رہبر سے مشورہ کر کے اپنا قدم میدان عمل میں بڑھا سکے گا۔

یہ بیعت کا سلسلہ شرف مذہب اسلام ہی میں نہیں بلکہ تمام ادیان  
عالم میں رائج ہے۔

دور نہ جائیے جیسے اہل ہنود کہ وہ بھی کسی گرو کے چیلے ہوتے ہیں تو  
وہ خود کو گرو کا تابع دار سمجھتے ہیں یہودی - عیسائی اور سکھ مذہب کے تمام  
حضرات متفقہ طور پر بیعت کی ضرورت نصب العین حیات کے تحت لازمی  
قرار دیتے ہیں۔ ۔

مولوی ہرگز نہ شد مولاۓ روم      تاغلام شمس تبریزی نہ شد  
مذہب اسلام نے بھی باہمی رشتہ اخوت و محبت قائم رکھنے کے لئے  
اور اپنا روحانی مقام پہچاننے کے لئے بیعت کو ضروری قرار دیا۔ سب سے  
پہلے میں کلام پاک کی آیت سورۃ فتح - پارہ ۲۶۵ رکوع ۱

﴿إِنَّ أَشَدَّكُمْ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا﴾

عزت و حکمت والا ہے یہ کہ ہم نے تمہیں بھیجا ماصر و نادر ہلا اور خوش اور فر سانا و لک  
لَمَّا مُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعَزَّزُوا وَتُوَقِّرُوا وَتُسَيِّحُوا بِكُرْبَلَةِ وَ  
تکارے تو کو تم اللہ اور ان کے رسول پر ایمان لاو اور رسول کی تسلیم و تقدیر کرو اور سچ دشام اللہ کی  
آصیلگا ۹ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَعْلَمُ اللَّهُ فَوْقَ  
پاکی یارو ہلا و وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں ہلا ان کے ہاتھوں پر وکل  
آیلہ یا یہم فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكِثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَ بِعِهْدَ  
اللہ کا ہاتھ ہے و جس نے عہد کیا اس نے اپنے ہے عہد کو تراوٹلے اور جس نے پورا کیا وہ محمد جو اس نے

عَلَيْهِ اللَّهُ فَسِيُّونَ تَيْمَهُ أَجْرًا عَظِيمًا

اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے یہا ٹوپ بے گا وکل

ترجمہ:- ان آیات میں حضرت احادیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمائے ہیں:- کہ اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈار نے والا کر کے بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لاو اور اُس کی مدد کرو:- اور اُس کی تعظیم کرو اور صحیح و شام اُس کی تسبیح میں لگے رہو۔

جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے جو شخص عہد کو توڑے گا تو اس عہد شکنی کا و بال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر خدا سے عہد کیا ہے تو عنقریب خدا اس کو بدلہ اجر عظیم دیگا۔

آیات مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت احادیث اپنے حبیب اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمارہا ہے۔ کہ دنیا میں ہدایت حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لا کر نیک اعمال اختیار کئے جائیں اور عہد بیعت کیا جائے اس کے بغیر تکمیل ایمان و اسلام ناممکن ہے۔

یعنی اگر بندہ و معبود کا رشتہ قائم ہو سکتا ہے تو وہ صرف اسی صورت سے کے بندہ اپنے ہادی کو تلاش کرے اور ہادی ہدایت دینے کے لئے ہر وقت مثلِ سایہ ساتھ رہے۔ بیعت لینے والا بھی مدارج ہدایات سے کما حقہ واقف ہو رہا پیری مریدی نہ ہو بلکہ ہادی صحیح معنوں میں صاحبِ اجازت خود بھی ہو اور ہدایت حاصل کرنے والے کو ہر طرح سے مطمئن کر سکے۔ لیکن برخلاف ازین آجکل کے صوفی حضرات نے بیعت جسے اول رُکن و فرض اسلام کو مذاق و تفریح کا ذریعہ بنالیا ہے۔ اصل میں تو شیخ کی صورت اللہ کی صورت تصوّر کی جاتی ہے۔ بضم حاءَ خَلْقَ عَلَى آدَمَ صُورَتِهِ (حدیث) مولانا روم فرماتے ہیں:-

صُورَتِ انسَانٍ خَدَاراً دَيْدَهُ اَمْ

مِنْ خَدَاراً آشِكَاراً دَيْدَهُ اَمْ

اس شعر پر بعض لوگ شاید متعرض ہوں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جب عہد عبد و معبود ہو رہا ہے اور بندہ و مولا کا رشتہ قائم کیا جا رہا ہے دستِ الٰہی سے بیعت ہو رہی ہے تو صورتِ الٰہی سے کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے بہر حال اپنی اپنی

سمجھ جد اہوئی۔ میں تحقیق سے یہی سمجھ سکا ہوں کہ شیخ کو مثالی عالم میں ہادی  
الا اللہ سمجھا جائے اور شیخ کو فنا فی الرسول مانا جائے تو ہر الجھن ختم ہو جاتی  
ہے۔

مرید کو شیخ کی تابع داری میں ہمہ تن مصروف رہنا چاہیے۔

مرید کو احکام شیخ پر پوری مستعدی سے عمل کرنا چاہیے۔

مرید کو جائز اور ناجائز کے سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مرید وہ ہے جو خود کو ملکیت شیخ تصور کرے۔

مرید وہ ہے جو شیخ کو ہر وقت اپنے ساتھ تصور کرے اور خود شیخ کا مجسم تصور  
کامل ہو جائے۔

مرید کو شیخ کی خدمت میں جب حاضری کا موقع ملے تو ادب و  
احترام کا خاص الخاص خیال رکھے۔

مرید بحضور شیخ مثل بے جان مردہ بن جائے۔

مرید کو افعال شیخ پر نظر نہ کرنی چاہیے۔ بلکہ احکام شیخ پر عمل کرنا  
چاہیے۔

مرید جب حضور شیخ حاضر ہو تو شیخ کی پیشانی پر پہلی نظر دیکھے۔ اور پھر درود شریف کا وردر کھے اس لئے کے نورِ ایمان پیشانی میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ جب تک انسان نفس امارہ کے وساوس کو ختم نہ کر لے اور دل میں خوفِ الٰہی نہ رکھے سرور کائنات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جس نے اپنے زمانے میں ہادی کونہ پہچانہ وہ جہالت کی موت مرا۔ اسلئے اپنے دورِ حیات میں اپنے ہادی کی معرفت ضروری ہے۔

مصطفیٰ بر سار خویش را کہ دیں ہمہ ادست

اگر باو نہ رسیدی تمام ابوالہبیت  
اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے رشتہ غلامی  
وابستہ نہ ہوا تو پھر تمام اعمال بولہی کی طرح ہیں۔

خیر اندیش

فقیر عنبر علیشاہ دارثی اجمیری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

## شجرہ عالیہ

قادریہ، وارثیہ، رضوان اللہ جمیعین

اس شجرہ کو جو شخص بعد نماز فجر ایک بار پڑھے گا تو رب العالمین ہر بلا و مصیبت سے اس کو حفظ کر کے گا اور دینی و دنیوی فلاج و بہبود اُس کو نصیب ہوگی۔

اللَّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ بَارَكَ عَلَى بَحْرِ آنَوَارِ جَمَالِكَ وَأَحْسَنَ لِقَائِكَ وَضِيَاءِ  
نُورِ قَدِيمَكَ وَأَعْظَمُ صِفَاتِ قُدْسِكَ وَتَكَامَ وَصِفَاتِكَ بِكُلِّ صِفَاتِكَ وَخَزَائِنِ  
رَحْمَتِكَ وَمَغْفِرَتِكَ وَبِمَكْنُونِ سِرِّكَ وَبِتَوْحِيدِ وَحْدَانِيَّتِكَ وَبِقَائِكَ وَبِجَمِيلِ  
سِرِّكَ وَبِجَمِيلِ سِرِّكَ وَبِعِزَّةِ رَبِّيَّتِكَ وَمُتْهَاهِ عِلْمِكَ وَرَحْمَتِكَ وَجَمِيعِ بَرَكَاتِكَ  
وَحَسَانِكَ وَعِرْفَانِكَ وَإِحْسَانِكَ وَمَرْضَاتِكَ وَمُحِبَّتِكَ وَأَفْعَالِكَ وَسَيَارَاتِكَ  
وَعَطْفِكَ وَلُطْفِكَ وَجُودِكَ الْأَعْلَى وَبِحَقِّ حَقَائِقِ حَقَانِيَّتِكَ وَبِفَيْضِ كَمَالِكَ  
وَعَدَدِ تُورَاتِكَ وَزُبُورِكَ وَإِنْجِيلِكَ وَفُرْقَانِكَ وَعَدَدُ كُلِّ شَيْءٍ عَالَمَ مَوْجُودَاتِكَ  
وَعَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدَ الْمُصْطَفَى ﷺ وَعَلَى إِمَامِ الْمَسَارِقِ وَالْمَغَارِبِ  
أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ سَيِّدِنَا عَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ كَرَمُ اللَّهُ وَجْهُهُ وَعَلَى سَيِّدَ النَّسَاءِ  
فَاطِمَةِ الزَّهْرَاءِ الْمُتَعَصِّبَةِ وَعَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا إِمامِ الْحَسَنِ الْمُجْتَبَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعَلَى  
سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا إِمامِ الْحُسَيْنِ الشَّهِيدِ كَرَبَلَاءُ مُعَلَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَجَمِيعِ آلِ مُحَمَّدٍ وَأَهْلِ  
بَيْتِ مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى إِمامِ الْعَارِفِينَ زَيْنِ الْعَابِدِينَ وَبَيْانِ  
وَجَعْفَرٍ وَكَاظِمٍ وَمُوسَى رَضَا وَمَعْرُوفٍ وَجُنِيدٍ وَشِيلٍ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَأَبُو

الْفَرَحِ وَبُوْ سَعِيدٍ وَعَلَيْ شَيْخِ مُحَمَّدِي الدِّينِ أَبِي مُحَمَّدِ الْقَادِيرِ الْمَكِينِ وَرَزَّاقَ  
 سَيِّدِ وَعَلَيْ وَمُوسَى وَحَسَنِ وَبَاهَهُ الدِّينِ وَجَلَالِ وَفَرِيدُ الْمِلَّةِ وَالدِّينِ  
 وَإِبْرَاهِيمَ وَعَلَى إِبْرَاهِيمَ أَمَانُ اللَّهِ الْحُسَيْنِ وَعَلَى هِدَايَةِ الصَّمَدِ الرَّزَّاقِ إِسْمَاعِيلَ  
 وَشَاكِرَ وَنَجَاتُ اللَّهِ عَلَى سَيِّدِنَا خَادِمِ عَلَى الْأَعْلَى الشَّيْخِ الْعَالَمِينَ سُلْطَانِ  
 الطَّرِيقَةِ وَإِمامِ الشَّرِيعَةِ وَارِثِ الْكَوْنَيْنِ مَقْصُودَ وَسِلْتَنَا فِي الدَّارَيْنِ عَلَى  
 سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا خَاتِمِ النَّبِيِّنَ إِمامِ الْمُرْسَلِينَ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
 وَجَمِيعِ أُولَائِهِ أَحَبَهُ وَأَحِبَّاهُ وَأَمَّتَهُ وَذُرِّيَّاتِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.

# مشکر یہ!

میں پُر خلوص طریقیہ پر حناب عبید الحمید بھا جب مالک الصاف  
کلا تکھ نادس گو خر الالہ کا مہمنون ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کی  
طباعت میں پورا لورا حصہ لیا اللہ تعالیٰ لطفیل رسول کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم لبسد قہ خواجہ گان پشت رعنوان اللہ تعالیٰ  
علیہم اجمعین آپ کو ہر دو جہاں میں کامیابی عطا فرمائے  
اور آپ کے ہل دھیال کو بھی دینی و دینوی مدارج نصیب  
ہوں۔

ایں دعائیں اذ من و جملہ جہاں آئیں باو

دعا گو

فقیر غنبر علی شاہ دارثی احمد شیری

# محزز قارئین کرام

اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اللہ سبحانہ تعالیٰ کا بے حساب شکر ہے کہ جس نے ہمیں یہ توفیق بخشی کہ ہم اپنے پیر و مرشد کی فکر انگیز علمی کا دش ”خدا کا وجود گوہر مقصود“ کی اشاعت دو مم کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ اس کتاب کی اشاعت میں میرے بہت سے بھائیوں نے میرا بھر پور ساتھ دیا اگر ان کے نام تحریر کروں تو کئی اور اراق پُر ہو جائیں گے۔ خصوصاً میں منیر شہباز وارثی صاحب (بوریوالہ) کا بے حد ممنون ہو جنہوں نے یہ نسخہ خانقاہ کی نذر کر کے اس کام کی اوّلین بنیاد رکھی۔ ساتھ ہی جناب اکمل شاہ وارثی، جناب تاج الدین وارثی کی معاونت اور دلچسپی سے مجھے آسانی ہوئی۔ میں جناب محمد ارشد عزیزی سلیمانی (عزیز یہ پر نظر) کا بے حد ممنون ہوں جن کے تجربے سے مجھے استفادہ حاصل ہوا۔

قارئین کرام! میں نے اپنی جانب سے پوری کوشش کی ہے کہ اس

کتاب کی طباعت میں نہ کوئی نقطہ کم ہونے زیادہ لیکن انسان خطا سے محفوظ نہیں۔  
گر کوئی کمی یا زیادتی ہو تو نا تجربہ کار سمجھ کر اصلاح فرمائیے گا۔

طالب دعا

سید صوفی عبدالماجد وارثی

صدر ٹرسٹ و ناظم خانقاہ

حضرت بابا خواجہ سید عنبر علی شاہ وارثی

## اظہار تشکر

میں محمد ارشد عزیزی سلیمانی بہت مشکور ہوں جناب محترم  
 سید صوفی عبدالماجدوارثی کا کہ انہوں نے مجھے اس متبرک کتاب کی  
 اشاعت کا کام سرانجام دینے کا موقع فراہم کیا۔

اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ یہ کتاب حضرت خواجہ عنبر علی شاہ وارثی اجمیری  
 کی ایک معرکہ الارا کتاب ہے۔ جس کا عنوان ہی بہت خوبصورت ہے۔

”خدا کا وجود گوہر مقصود“

اس کتاب کی کمپوزنگ میں میرے چھوٹے بھائی محمد اظہر عزیزی نے میری  
 معاونت کی۔ اللہ پاک ہماری اس کاوش کو بحق جملہ بزرگان دین قبول  
 فرمائے۔ (آمین)

طابع

عزیزی یہ پر نظر ز

کورنگی

0311-1095366

a4arshad2001@gmail.com

رابطہ: |

۲۹ فان  
فیضان بخت و امانت  
سلسلہ وارثتہ  
ایفین کوپر پارک قادریہ



# خدا کا وجود

# گوہر مقصود



اشاعت دوم

دالستگان خانقاہ بابا حضرت خواجہ سید عنبر علی شاہ وارثی چشتی اجمیری  
(رسٹ روپڑ 270)